چھ نمبر کی محنت

حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی

مرتب: مولانا محمد الیاس قاسمی

مکتبہ خلیل
7321118

حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی

مرتب وتصحیح مولانا عبدالغفار، مولانا محمد الیاس قاسمی

○ ایمان ○ نماز

○ علم وذکر ○ اکرام مسلم

○ اخلاص نیت ○ دعوت وتبلیغ

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

چھ نمبر کی محنت

داعی الی اللہ : مولانا سعد کاندھلوی

مرتبہ وتصحیح : مولانا محمد الیاس قاسمی، مولانا عبد الغفار

طابع : وکیل احمد

مطبع : گنج شکر پرنٹرز

قیمت

فہرست مضامین

مضمون		صفحہ
۱۔ ایک اہم اصول	حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ	7
۲۔ چھ نمبر کیا ہیں	(مولانا سعد کاندھلوی)	10
۳۔ ایمان		19
۴۔ نماز		29
۵۔ علم		35
۶۔ ذکر		40
۷۔ اکرام مسلم		41
۸۔ اخلاص نیت		44
۹۔ دعوت و تبلیغ		46
۱۰۔ گشت کے اصول، مقصد اور محنت		88
۱۱۔ تعلیم کے اصول، مقصد اور محنت		94
۱۲۔ اللہ کے راستے میں جانے والوں کو ہدایت		96
۱۳۔ تقویٰ کسے کہتے ہیں		103
۱۴۔ کائناتی نقشے		110

مولانا یوسف صاحبؒ

یوں فرماتے تھے کہ جس بات کرنے والے کے سامنے چھ نمبر کی حقیقت نہیں ہو گی صرف چھ نمبر کا علم ہوگا' تو اس علم کی وجہ سے دوسروں کی اصلاح کی نیت ہو جائے گی' اپنی اصلاح کی نیت نہ رہے گی' جس کی وجہ سے خود اس کی اپنی دعوت سے اس کا یقین نہ بنے گا اور دوسروں پر اس کی دعوت کا اثر بھی نہ ہوگا۔

اپنی بات

محترم عزیزو! یہ کتاب ''چھ نمبر کی محنت'' جواللہ پاک کے فضل وکرم سے آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے پہلے کہ آپ اس کتاب کو پڑھنا شروع کریں میں آپ سے چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ جتنی بھی باتیں کتاب میں درج ہیں وہ ساری باتیں آپ حضرات خود اپنے کانوں سے حضرت مولانا سعد صاحب کی زبانی سن سکتے ہیں، بس اس کے لیے آپ کو نیچے لکھی گئی پانچ جگہوں کے بیانات کی آڈیو کیسٹیں اپنے ٹیپ ریکارڈ پر لگانا پڑیں گی وہ کیسٹیں اس نام کی ہیں۔

۱۔ مینا بازار، دہلی۔ ۲۰۰۱—۷—۱

۲۔ رائے ونڈ۔ ۲۰۰۰—۱۱—۴

۳۔ ڈیوز بری انگلینڈ ۲۰۰۰

۴۔ امروہہ اتر پردیش ۲۰۰۰—۴—۲۲

۵۔ اکولا مہاراشٹر ۱۹۹۸—۱۱—۲۸

یہ کیسٹیں ''بستی نظام الدین میں دکان نمبر ۲۳۱'' اسلامک کیسٹ سینٹر، نئی دہلی۔۱۳ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

ہاں' کچھ الفاظ کا عام فہم ترجمہ البتہ ضرور کیا گیا ہے۔

۲۔ اس کتاب کے چھپوانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح حضرت مولانا سعد صاحب نے ان نمبروں پر محنت کرنے کو بتایا ہے' اسی طرح یہ محنت سارے عالم میں زندہ ہو جائے' یہ کتاب صرف جان لینے اور بیان کرنے کے لیے ہرگز نہیں ہے۔

۳۔ دعوت کا کام کرنے والا ہر ساتھی اپنے پاس مولانا یوسف صاحبؒ کی ۱۹۶۵ء میں وفات کے بعد ''الفرقان پریس لکھنؤ'' کا چھپا ہوا حضرت جی نمبر یعنی ''تذکرہ مولانا یوسف صاحبؒ'' نامی کتاب ضرور رکھے' اس کی مولانا سعد صاحب نے ہدایت کی ہے' اس سے حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے چھ نمبروں کا مطالعہ کریں۔

۴۔ آخری بات یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جسے کام کے اعتبار سے پورے عالم کی ذمہ داری سونپی ہوئی ہے وہ ہم سب سے کیا کہہ رہے ہیں اور کیا چاہ رہے ہیں' ہم سب بس وہی کریں۔ ان کی بات کا مان لینا ہی سب کے لیے خیر کی بات ہے' اس بات کو سمجھنے کے لیے اگلے صفحہ میں حضرت مولانا محمد عمر ''پالن پوری'' رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا ایک ''اہم اصول'' درج ہے' اسے ذہن میں رکھیں۔

فقط والسلام

محمد الیاس ''قاسمی''

تاریخ ۲۰۰۲-۲-۱۶

ایک اہم اصول

ایک بیان میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ نے بنگلے والی مسجد کی ایک کارگذاری سناتے ہوئے فرمایا' کہ بیرون ملک کے کچھ ذمہ دار ساتھی ایک بار حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا انعام الحق حسن صاحبؒ) سے ایک بات پوچھنے کے لیے یہاں دہلی آئے۔

حضرت جی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' اس لیے وہ آرام کررہے تھے' تو ہم نے ان ذمہ داروں سے ملاقات کی' ان ذمہ داروں میں سے ایک نے ہم سے کہا' کہ بھائی ہمارے ملک میں جو جماعتیں آتی ہیں' تو کوئی جماعت کہتی ہے کہ کام یوں کرو اور کوئی جماعت کہتی ہے کہ نہیں ایسے کرو'

تو ہم سارے لوگ پریشان ہیں کہ کس کی بات مانیں اور کس کی بات نہ مانیں اور کام کیسے کریں ہر ایک بذات خود بڑوں کا حوالہ ہے۔

کوئی کہتا ہے! کہ میں نے خود بڑے حضرت جی (مولانا الیاس صاحبؒ) سے یوں سنا ہے۔

کوئی کہتا ہے! کہ میں نے بڑے حضرت جی سے یوں سنا'

کوئی کہتا ہے! کہ میں نے مولانا یوسف صاحبؒ کو یہ کہتے سنا۔

کوئی کہتا ہے! کہ مولانا یوسف صاحبؒ نے جس سے کہا' میں نے اس سے سنا'

اب ہم سارے پریشان ہیں کہ کیا کہیں اور کس طرح کام کریں' کیوں کہ ہر ایک بڑوں کا حوالہ دیتا ہے۔ ہم لوگ تو حضرت جی سے صرف یہی مشورہ کرنے کے لیے آئے ہیں کہ حضرت ہم لوگوں کو بتائیں کہ ایسے موقع پر ہم لوگ کیا کریں؟

کیونکہ سارے لوگ الگ الگ بات بتلاتے ہیں۔

تو میں نے ان سے کہا! کہ بھائی دیکھو ہماری سمجھ میں تو یوں آ رہا ہے کہ بڑوں نے جو بات کہی' اس کا مطلب وہ ہوگا' جو اس وقت کا امیر بتائے'

اس وقت کا امیر جو بتائے وہ اس بات کا مطلب ہمیں سمجھنا چاہیئے۔

سنا آپ سب نے بھی (مجمع سے مخاطب ہو کر) کہ امیر الوقت جو بتائے اس پر سب کو جمنا چاہیئے'

اس پر مثال ہم نے انہیں ابو بکر صدیقؓ والی دی۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے پر چاروں طرف سے ہنگامے کھڑے ہو گئے اب سب کی رائے یہ ہے کہ حضرت اسامہؓ کا لشکر ملک شام بھیجنے کے بجائے مدینہ منورہ میں ٹھہرایا جائے' کیونکہ چاروں طرف سے حملہ کی خبر ہے۔

تو اس پر ابو بکرؓ نے سارے صحابہؓ کے ذہن کے اندر یہ بات ڈالی کہ یہ تین ہزار کی جماعت کیا کرے گی جب اللہ کی مدد ہی رک جائے۔

اللہ کی مدد تب آئے گی' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہو کہ "اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔"

ہاں' آپؐ نے کہا تھا۔

"انفروا جیش اسامة" اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو تو یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سب صحابہؓ نے بھی سنا اور ابو بکر صدیقؓ نے سنا لیکن اور صحابہؓ نے اس کا مطلب کیا سمجھا اور ابو بکر صدیقؓ نے اس کا مطلب کیا سمجھا۔

اور صحابہؓ نے صرف اتنا سمجھا کہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرنے کے لیے آپؐ نے کہا ہے اور امیر الوقت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہ کے لشکر کے علاوہ پورے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو نکلنے کے لیے کہہ دیا کہ سب مدینہ خالی کرو'

یہ ابوبکر صدیقؓ نے سمجھا'

اس پر سب لوگوں نے لبیک کہہ کر مان لیا تو ہم نے ان لوگوں سے کہا کہ'

یہ اصول قیامت تک رہے گا کہ جو بات امیر الوقت کہہ دے وہ سب کو مان لینے میں ہی خیر ہے' اس کے اندر کسی قسم کا فرق نہیں کرنا چاہیے۔

تو میں نے ان سے کہا کہ اتنی بات تو میری آپ سے ہوگئی' اب حضرت جی جب اٹھیں گے تب ان کے پاس چلیں گے۔

حضرت جی بیدار ہوئے' ان سب کو لے کر ہم حضرت جی کے پاس حاضر ہوئے اور جو بات ہم نے ان لوگوں سے کہی تھی' وہ بات ہم نے حضرت جی کے سامنے رکھ دی' کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر لوگ الگ الگ بات بتائیں تو ہم کیا کریں؟

تو ہم نے ان سے یہ کہا کہ جو بات امیر الوقت کہے یا بتائے وہ ان کو کرنا چاہیے۔

تو حضرت جی نے فرمایا!

کہ ہاں' یہ مناسب ہے۔

اس کے بعد پھر وہ لوگ اپنے ملک واپس چلے گئے۔

تو میرے محترم دوستو' بزرگو رائے الگ الگ ہونا' کوئی حرج کی بات نہیں ہے رائے الگ الگ ہو سکتی ہے'

مگر امیر الوقت جو بات کہے بس اسی بات کو مان لینے میں ہی خیر ہے۔

محمد عمر پالن پوریؒ

کے بیان کا ایک حصہ

(اس بیان کی آڈیو

کیسٹ محفوظ ہے)

محمد الیاس قاسمی

چھ نمبر

یہ چھ نمبر حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے ہیں
جنہیں حضرت مولانا سعد صاحب نے پڑھ کر سنایا

میرے دوستو، عزیز و بزرگو! عرض یہ کرنا ہے کہ اس دعوت و تبلیغ سے کیا چاہا جا رہا ہے؟ یہ ہمارا اور آپ کا آج مذاکرہ ہے۔ ہم اس مذاکرے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اب انتہائی غور اور توجہ سے کام کو سمجھنا ہے۔

میرے دوستو! محنت ہر ایک آدمی کر رہا ہے مگر ایک محنت میں کامیاب نہیں ہے محنت میں وہ آدمی کامیاب ہے جس کی محنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت سے میل کھائے۔ اس لیے یہ بات لازم ہے کہ اس دعوت کی محنت میں مزاج نبوت ہو، یہ بات ضروری ہے کہ دعوت کے ساتھ مزاج نبوت ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے فضل سے کام ہو رہا ہے لیکن کمی اس بات کی ہے کہ کار نبوت ابھی مزاج نبوت سے خالی ہے۔ مزاج نبوت اس کام میں یہ ہے کہ جتنا کام کرنے کو کہا جائے، اتنا ہی کیا جائے اور جس طرح کرنے کو بتلایا جائے اسی طرح کیا جائے۔ اسے کہتے ہیں مزاج نبوت۔

اگر کام خواہش پر یا اپنے مزاج پر لے جائیں تو غیبی نصرتیں نہیں آئیں گی کیونکہ ان غیبی نصرتوں کا تعلق مزاج نبوت سے ہے۔ اسی کے بقدر اللہ کی تائید اور غیبی نصرتیں ساتھ ہوں گی۔ دوستو! کام ہوگا اللہ کی تائید اور غیبی نصرتوں سے، کام بیان اور تقریر سے نہیں ہوگا۔ اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ کام مزاج نبوت کے ساتھ کریں۔

اصل میں اس ساری محنت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اندران چھ نمبروں کی حقیقتوں کو دعوت کے راستے سے اتارنا ہے۔ ان چھ نمبروں میں ہر نمبر کے ساتھ تین تین محنتیں ہیں۔ ہر نیا' ہر پرانا' ان محنتوں کے کیے بغیر' ان نمبروں کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ انہیں محنتوں کو سمجھ کر کرنے کے لیے' یہ ہمارا اور آپ کا مذاکرہ ہے۔ ان محنتوں کو جس طرح کرنے کے لیے اور جتنا کرنے کے لیے آپ سے عرض کیا جا رہا ہے۔ اس طرح سے کرنا یہ مزاج نبوت ہے۔ اب ہر نمبر کے ساتھ:

پہلا کام : دعوت دینا
دوسرا کام : مشق کرنا
تیسرا کام : دعا مانگنا

میرے دوستو' بزرگو! یہ دعوت کیوں دی جاتی ہے اور دعوت دینے کا مقصد کیا ہے؟

دیکھو' جس چیز کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہو' اس چیز کو بہ صفت تبلیغ پیدا کرو۔ تبلیغ کا کیا مطلب ہے؟ تبلیغ کا مطلب یہ ہے' کہ جس چیز کو تم اپنے اندر پیدا کرنا چاہو اسے دوسروں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو' مشق کرو' کیونکہ دعوت کی یہ خوبی ہے' اس کی یہ صفت ہے' کہ جب داعی ایک چیز کی دعوت کو لے کر اٹھتا ہے' تو اس کی دعوت سے اس چیز کی حقیقت اس کے اندر آ جاتی ہے' جس کی طرف یہ دوسروں کو دعوت دے رہا ہے۔ یہ اللہ کا نظام ہے' بشرطیکہ جس چیز کی دعوت دی جائے اس کی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دے۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! دوسروں کو قائل کر دینا' یہ ہماری دعوت کا موضوع نہیں ہے بلکہ جس چیز کی داعی دعوت دے رہا ہے اپنے اندر اس چیز کا یقین پیدا کرنے کے لیے دعوت دے رہا ہے یہ نیت ہماری ہونی چاہیے۔ اصل میں دعوت دوسروں کی اصلاح کے لیے نہیں ہے' دعوت اپنے یقین کی تبدیلی کے لیے ہے۔

پہلے نمبر کلمہ : لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے لے کر

چھٹے نمبر : امت کو نبوت والے کام پر کھڑا کرنے کی محنت کی دعوت تک

یعنی ان چھ نمبروں کی دعوت اپنے اندر' ان نمبروں کا یقین اتارنے کے لیے ہے۔ ان نمبروں میں سب سے پہلے جو دعوت دینی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ہے۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! یہ سب سے بڑی مایہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی محنت کی بنیاد ہے۔

اس کو حاصل کیے بغیر نہ اعمال پر استقامت' اور

نہ ان عملوں کے ذریعے اللہ رب العزت کے خزانوں سے براہ راست فائدہ اٹھانے کی کوئی شکل' اور پھر

اس کو حاصل کیے بغیر اس وقت تک کوئی چیز نہیں ملے گی۔

جب تک یہ اصل چیز محنت کر کے حاصل نہ کی جائے۔

میرے دوستو! ہر عمل کی صحت' ہر عمل پر اجر' اور پھر ان عملوں کے ذریعہ صرف آخرت کا بن جانا ہی نہیں' بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ رب العزت کے خزانوں سے براہ راست فائدہ اٹھانے کے لیے' ایک ہی شرط ہے اور ایک ہی راستہ ہے' کہ ایمان' ایمان کی حقیقت کے ساتھ حاصل کیا جائے۔ اس ایمان کی حقیقت کو حاصل کرنے کے لیے' اللہ رب العزت کے وعدوں کے یقین کو سیکھا جاتا ہے کہ جس حکم پر جو وعدہ کیا گیا ہے' اس وعدے کو تسلیم ہی نہیں کرنا بلکہ اس کا یقین کرنا۔ دیکھئے'

۱۔ ایک ایمان کا مفہوم ہے۔

۲۔ ایک ایمان کے حروف ہیں۔

۳۔ ایک ایمان کا بول ہے۔

۴۔ ایک ایمان کی آواز ہے۔

۵۔ ایک ایمان کا اخلاص ہے۔

ایمان کا مفہوم : اس کی پہنچ دماغ تک ہے۔

ایمان کے حروف : اس کی پہنچ کتاب تک ہے۔

ایمان کے بول : اس کی پہنچ زبان تک ہے۔

ایمان کی آواز : اس کی پہنچ کانوں تک ہے۔

ایمان کا اخلاص : اس کی پہنچ دل تک ہے۔

میرے دوستو' بزرگو! لغت میں' کسی کی خبر کو' خبر دینے والے کے اعتماد' بھروسے پر یقینی طور سے مان لینا یہ معنی ہیں یعنی یہ ترجمہ ہے ایمان کا۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه" کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی خبروں کو' ان کے اوامر اور ان کے نواہی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد اور بھروسے پر یقینی ماننا یہ ترجمہ ہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه" کا۔

لیکن اس کی حقیقت اور اس کا اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ اپنے کہنے والے کو حرام سے روک دے۔ اس کے کہنے والے اور حرام کے درمیان یہ کلمہ ایسی رکاوٹ بن جائے کہ شرک اسے بے چین کر دے کہ یہ مومن کی علامت ہے۔

''اللہ کی ذات' اللہ کی صفات اور اللہ کی ربوبیت میں' کسی چیز کو شریک کرنا' مومن کی بے چینی کا سبب بن جائے۔

میرے دوستو! ایمان کی حقیقت کے بغیر شرک سے بچنا بالکل ممکن نہیں۔ ہاں' علم رہبری کرے گا' مگر علم شرک سے بچانے یہ ممکن نہیں۔ آج ہم جو چیزوں کی طرف نسبت کرتے ہیں' یہ بے ایمانی کی بنیاد ہے' کہ جب

زلزلے آئیں گے تو یوں کہے گا کہ ماہر ارضی سے پوچھو یعنی زمین کے ماہرین سے پوچھو کہ یہ زلزلے کیوں آئے اور

قحط سالی آئے گی یعنی زمین میں جب سوکھا پڑے گا' تب یوں کہے گا کہ سائنس والوں سے پوچھو کہ سوکھا کیوں پڑا اور
بیماری آئے گی تو یوں کہے گا کہ وزیر صحت سے پوچھو کہ یہ بیماری کیوں آئی' کیسے آئی۔

میرے دوستو! اگر ایمان کی حقیقت حاصل ہوئی ہوتی' تو یوں کہتا کہ
زلزلے تب آتے ہیں جب زنا ہوا کرتا ہے' اور
زمین میں سوکھا تب پڑتا ہے' قحط سالی تب آتی ہے' جب تاجر ناپ تول میں کمی کرنے لگتے ہیں۔

اگر ایمان کی حقیقت ہوتی تو ان چیزوں کی نسبت ان چیزوں کی طرف نہ کرتا بلکہ ان حالات کی نسبت اپنی بداعمالیوں سے جوڑتا اللہ رب العزت نے نظام عالم کو دنیا کے ان پھیلے ہوئے نقشوں اور اسبابوں سے نہیں جوڑا کہ ہم کہیں کہ دنیا دارالاسباب ہے' سبب اختیار کرو۔

میرے دوستو! دنیا دارالاسباب بحیثیت چیزوں کے' بحیثیت کارخانوں اور دوکانوں کے' بحیثیت ملازمت' زراعت اور حکومتوں کے یہ غیروں کے لیے ہے۔ ہم ایمان والوں کے لیے دنیا دارالاسباب بحیثیت اعمال کے ہے۔ اللہ کے اوامر ہمارے اسباب ہیں۔ اگر ایمان والا کسی سبب میں لگے گا۔

تو حکم کی بنیاد پر لگے گا'
سبب کی بنیاد پر نہیں لگے گا۔

اگر یہ حکم کی بنیاد پر سبب میں لگا ہے تو اس سبب پر اسے اجر بھی ملے گا اور اللہ رب العزت اپنی قدرت سے اسے کامیاب کر کے دکھلائیں گے۔

میرے دوستو' بزرگو! یہ سوچنا بالکل غلط ہے کہ اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ جڑی ہوئی ہے' کہ جسے اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانا ہو'

وہ اعمال کر کے دوکان کرے'

اعمال کر کے تجارت کرے اور

اعمال کر کے کارخانے لگائے۔ نہیں

میرے دوستو! اللہ کی قدرت اسباب کی پابند نہیں ہے۔ وہ قدرت' قدرت کہلانے کے قابل نہیں جو اسباب کی پابند ہو۔ جو قدرت اسباب کی پابند ہو وہ قدرت کہلانے کے قابل نہیں۔ اسباب تو اللہ کی قدرت میں ہیں۔ اللہ چاہے تو اپنی قدرت سے اسباب کے بغیر براہ راست کامیاب کرے انبیاء علیہم السلام امت کو اسباب کے راستے پر ڈال کر نہیں گئے' بلکہ انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے خزانوں سے براہ راست لینے والے راستے بتلائے ہیں۔

یہ ایمان کی حقیقت ہمیں بتلائے گی کہ اللہ رب العزت سے لینے کے اسباب' یہ دکانیں' کارخانے' ملازمتیں' تجارتیں اور حکومتیں ہیں؟ یا اللہ سے لینے کے اسباب اللہ کے اوامر ہیں؟

لیکن ایمان کب کامل ہوتا ہے؟

کہ جب اللہ کے ہر غیر کا انکار اس طرح ہو جائے' کہ اپنی بیزاری اور اپنی حاجت کا اللہ کے غیر سے پورا ہونے کا' پوری طرح اعلان کر دیں' ابراہیم علیہ السلام کی طرح کہ ''امالیک فلا'' اے جبرائیل ہمیں تمہاری ضرورت نہیں' ہم نے جس کا کلمہ پڑھا ہے' وہ ہمیں دیکھ رہا ہے' اور براہ راست دیکھ رہا ہے کیونکہ میں اس کی طرف سے اس زمین پر بھیجا گیا ہوں۔

میرے دوستو! جس انسان کو اللہ کی طرف سے اس زمین پر بھیجے جانے کا یقین ہے اس کے ساتھ اللہ رب العزت کی براہ راست طاقت اور مدد ہوتی ہے' بغیر کسی سبب کے' بیشک نبیوں کی مددیں اور نصرتیں مختلف راستوں سے ہوئی ہیں' کیونکہ اللہ کے

لشکر کو اللہ ہی جانتے ہیں' (قرآن) کہ کب کیا سبب لائیں گے۔ وہ خالق اسباب ہے' لیکن جو اللہ رب العزت سے براہ راست لے رہے ہیں' تو اللہ بھی ان کی مدد براہ راست کر رہے ہیں۔ آگ کو بجھانے کے لیے' یوں تو لوگ کہہ سکتے ہیں' کہ آگ کو بجھانے کے لیے اللہ نے پانی بنایا ہے۔ نہیں' مرے دوستو! آگ کو بجھانے کے لیے اللہ کا امر ہے۔ اللہ کے پاس آگ بجھانے کے لیے انکا امر ہے' اللہ رب العزت جب اپنے بنائے ہوئے اسبابوں کے پابند نہیں ہیں' تو ہمارے آپ کے بنے ہوئے اسباب کے پابند وہ کیسے ہوں گے' اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کی مدد کا انکار کیا۔

میرے دوستو! اس وقت ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان جتنے اسبابوں کے واسطے ہیں' جبرائیل علیہ السلام تو دور کی بات ہے۔ ان اسباب کے واسطوں نے ہمیں براہ راست اللہ کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم کیا ہوا ہے' کہ براہ راست اللہ رب العزت کی ذات عالی سے فائدہ کب اٹھایا جا سکتا ہے؟ کہ جب ایمان کی حقیقت ہوگی۔

یہ ایمان کی حقیقت کہاں سے آئے گی؟

یہ ایمان کی حقیقت آئے گی'

ظاہر کے خلاف بولنے سے

ظاہر کے خلاف سوچنے سے

ظاہر کے خلاف سننے سے' اور

ظاہر کے خلاف چلنے سے

جب تک میرے دوستو! امت کے اندر یہ باتیں عام نہ ہوں گی اس وقت تک خدا کی قسم ایمان کی حقیقت کے ملنے کی ابتدا بھی نہ ہوگی۔

میرے دوستو' بزرگو! جب ظاہر کے خلاف کوئی بات کہی جاتی ہے تو جس سے بات کہی جاتی ہے' اس کے دل پر شیطان بیٹھ جاتا ہے اور سننے والے سے یوں کہتا ہے کہ ہاں' ایسا ہوا ہوگا مگر ممکن تو نہیں' جب نبیوں انبیاءؑ اور صحابہ کرامؓ کے واقعات ظاہر کے خلاف سنے جاتے ہیں تو شیطان دل پر بیٹھ جاتا ہے اور سننے والے سے یوں کہتا ہے کہ یہ ممکن تو نہیں ہے' مگر ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ ایسا ہوا ہو۔ میرے دوستو' اسباب ہدایت اور اسباب ہلاکت سے سارا قرآن بھرا ہوا ہے لیکن یہ یقین والوں کو نظر آئے گا' شک والوں کو نظر نہ آئے گا' آج پیشین گوئی کرنے والے پیشین گوئی کرتے ہیں' ظاہر کے اعتبار سے' ظاہر کو دیکھ کر اور قرآن پیشین گوئی کر رہا ہے ظاہر کے خلاف

میرے دوستو' بزرگو! شک کی بنیاد پر اگر واقعات کو سنا گیا تو ایمان کی حقیقت نہیں ملے گی' اس لیے واقعات کو یقین کی بنیاد پر سنو اور سنتے ہوئے اپنی زبان سے یہ کہتے رہو کہ یہی حق ہے' یہی سچ ہے۔ اگر یہ کہتے رہے تو ایمان کی لہریں دلوں میں اٹھیں گی' ورنہ شیطان شک میں ڈالے رکھے گا کہ کہیں ایمان کی حقیقت اس کے دل میں داخل نہ ہو جائے۔

میرے دوستو! اس طرح صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو سیکھا تھا۔ خود صحابہ کرامؓ اس بات کو کہتے ہیں' کہ

"تعلمنا الایمان ثم تعلمنا القرآن" (حدیث)

یعنی یقین سیکھ لیا تو قرآن کے احکامات جس پر وعدے ہیں' دنیا و آخرت کی کامیابی کے وہ ہم نے عملی طور پر اپنا لیئے۔

اس لیے ہم میں سے ہر پرانا' ہر نیا محتاج ہے کہ صبح شام اپنے یقین میں اور اپنے اعمال میں ترقی کو محسوس کرے۔ یہ نہیں کہ' تبلیغ کا ایک ابتدائی درجہ ہے' کہ چھ نمبر پر بولنا آجائے

پھر یہ بعد کا درجہ ہے کہ مشورے والا بن جائے'

پھر یہ اس کے بعد کا درجہ ہے کہ یہ ملکوں میں جانے والا بن جائے۔

میرے دوستو! عزیز و بزرگو! ایسا نہیں ہے' بلکہ بات یہ ہے کہ ہر پرانا اور ہر نیا ہر وقت اس بات کا محتاج ہے' کہ ایمان کو بول رہا ہو' اپنے یقین کو درست کرنے کے لیے' کہ ہمیں اللہ کے غیر کو اپنے اندر سے نکالنا ہے۔ جب یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ دعوت خود داعی کے لیے ہے' تو یہ بات سمجھ میں آ جانا چاہیئے کہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی دعوت میرے اپنے لیے ہے۔ صحابہ کرامؓ کو ایمان اور اعمال کی حقیقت جو حاصل ہوئی تھی' وہ اسی دعوت کے راستے سے حاصل ہوئی تھی۔

اب سب سے پہلا کام یہ ہے کہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی دعوت کو مسلمانوں میں زندہ کیا جائے۔ ہم ابھی انہیں دعوت دے رہے ہیں۔

جنہیں کلمہ یاد نہیں'

نماز کی دعوت دے رہے ہیں ان کو جو نماز پڑھتے نہیں' علم و ذکر کی دعوت دے رہے ہیں ان کو جو جہالت میں ہیں یا غفلت میں ہیں'

اکرام کی دعوت دے رہے ہیں ان کو جو بد اخلاق ہیں'

اخلاص کی دعوت دے رہے ہیں ان کو جن کے عمل سے ریاء ظاہر ہوتی ہے'

بات کیا ہوئی؟ اب ہو یہ رہا ہے کہ ساری کی ساری دعوت تو ہو گئی غیروں کے لیے اپنے لیے دعوت نہ رہی' اس لیے اس کا یقین نہیں بدلا اپنی ذات جب سامنے ہو گی' تب داعی کا یقین بدلے گا۔ اس لیے کہ'

مولانا یوسف صاحبؒ یوں فرماتے تھے کہ داعی جب ایک چیز کی دعوت دے گا تو اللہ رب العزت دوسروں سے پہلے اسے ایمان اور اعمال کی حقیقت عطا فرمائیں گے۔

ان چھ نمبروں کو ذرا سمجھ لینا چاہیئے' کہ ہر نمبر کا کیا مفہوم ہے اور ہر نمبر کے ساتھ کیا کیا کام کرنے ہیں؟ اور کیوں ان کاموں کو کرنا؟ میرے دوستو ان نمبروں کی حقیقت کو پانے کے لیے ان کاموں کو کرنا ضروری ہے۔

میرے دوستو! مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی ہدایت آپ حضرات کو آج زبانی سناتا ہوں' تاکہ چھ نمبر کس طرح بیان کیے جائیں۔ آپ حضرات وہ ہیں جو چھ نمبر بیان کرتے ہیں۔ اصل میں بیان اور تقریر ہمارا بالکل موضوع نہیں ہے۔ یہ چھ نمبر تو ایک محنت کا نام ہے اور اس محنت کا ایک مقصد ہے' کہ امت کو اس محنت پر لانا اور سیدھے سیدھے الفاظ میں چھ نمبروں کی دعوت کے ذریعے سے اپنے یقینوں کو بدلنا اور دوسروں کے یقینوں کو بدلنے کے اسباب پیدا کرنا ہے۔ یہ انتہائی مختصر اور انتہائی سادہ کام ہے لیکن یہ کہ چھ نمبروں کی حقیقت اگر سامنے ہو تو۔

مولانا یوسف صاحبؒ یوں فرماتے تھے کہ جس بات کرنے والے کے سامنے چھ نمبر کی حقیقت نہیں ہوگی۔ صرف چھ نمبر کا علم ہوگا' تو اس علم کی وجہ سے دوسروں کی اصلاح کی نیت ہو جائے گی' اپنی اصلاح کی نیت نہ رہے گی' جس کی وجہ سے خود اس کی اپنی دعوت سے اس کا یقین نہ بنے گا اور دوسروں پر اس کی دعوت کا اثر بھی نہ ہوگا۔

اس لیے عرض یہ کرنا ہے کہ اب چھ نمبروں کی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دینی ہے۔ یہ چھ نمبر اس لیے سنانا چاہ رہا ہوں کہ ہمیں بھی یہ یاد ہو جائیں' اور آپ بھی انہیں یاد کرلیں' اور چھ نمبروں کی حقیقت کو اپنے اندر اتارنے کا طریقہ کیا ہے' وہ بھی یاد کرلیں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتہائی آسان اور بہت مختصر الفاظ میں یہ نمبر ہیں۔

''ایمان''

''امابعد'' اللہ رب العزت نے انسانوں کی تمام کامیابیوں کا دارومدار انسان کے اندر کی مایہ پر رکھا ہے۔ کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کے حالات کا نام ہے' یہ

حالات ایک قسم کی مخلوق ہے، جو نظر نہیں آتی، جس طرح فرشتے خدا کی مخلوق ہیں مگر نظر نہیں آتے۔ انبیاء علیہم السلام کو یہ مخلوق دکھلائی جاتی ہے، اس لیے دنیا کی پھیلی ہوئی چیزوں اور نقشوں کا نام کامیابی اور ناکامی نہیں ہے۔

عزت وذلت

راحت وتکلیف

سکون وپریشانی

صحت وبیماری

توان حالات کے بننے اور بگڑنے کا دنیا میں پھیلی ہوئی شکلوں اور نقشوں سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے، انسان کے اندر کیا ہے اللہ کی ذات کا یقین اور اللہ کے اوامر ہیں۔ اب اگر انسان کے اندر اللہ کی ذات کا یقین ہوگا اور اللہ کے اوامر اس کے جسم سے ٹھیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقے کے مطابق نکلیں گے، تو اللہ جل شانہٗ اس انسان کے اندر کامیابی والے حالات پیدا فرما دیں گے، خواہ ظاہری اسباب اور چیزیں کچھ بھی اس کے پاس نہ ہوں۔

کیونکہ اللہ پاک تمام کائنات کے ہر ذرے کے ہر فرد کے بنانے والے اور ہر ذرے اور ہر فرد کی ہر ضرورت کو ہر وقت اپنی ذات سے پورا کرنے والے خالق اور مالک ہیں۔

1. اللہ رب العزت نے ہر چیز کو اپنی قدرت سے بنایا ہے۔
2. چیزیں اللہ کے بنانے سے ان کے چاہنے سے بنی ہیں۔
3. یہ چیزیں خود نہیں بنیں انہیں اللہ رب العزت نے بنایا ہے۔
4. وہ ان چیزوں کو بنانے والے ہیں۔
5. اللہ رب العزت خود بنے نہیں ہیں۔
6. جو چیزیں کسی کے بنانے سے بنی ہوں تو بنی ہوئی چیزوں سے کچھ نہیں بنتا ہے۔

7. زمین اور آسمان اور ان کے درمیان جتنی بھی مخلوق ہے۔ ان سے کچھ نہیں بنتا۔
8. جو کچھ قدرت سے بنا ہے وہ قدرت کے ماتحت ہے۔

لیکن اس وقت ہمارے ماحول میں یہ بات چل رہی ہے ہم لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ زمین اور آسمان کے درمیان جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں' وہ انسانوں کے استعمال کرنے کے لیے بنائی ہیں۔

نہیں میرے دوستو! اللہ نے جو چیزیں اپنی قدرت سے بنائی ہیں' ان چیزوں کو اللہ نے بنا کر اپنی قدرت میں رکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ قدرت سے یہ چیزیں بن گئیں تو بننے کے بعد یہ چیزیں قدرت سے خارج کر دی گئی ہوں بلکہ اللہ رب العزت نے جو کچھ قدرت سے بنایا ہے' وہ ہر وقت ان کے قبضے میں ہے۔ وہی ہر چیز کو خود استعمال فرماتے ہیں۔

وہ جب چاہیں اپنی قدرت سے ان شکلوں کو بدل دیں اور کسی چیز کی شکل کو چاہے قائم رکھ کر اس کی خوبی کو' اس کی صفت کو بدل دیں' یعنی یہ بات نہیں ہے کہ اللہ رب العزت نے جس چیز سے جو تاثیر وقتی طور سے دکھلا دی' وہ تاثیر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس چیز کی ہوگئی۔

میرے دوستو! اول تو کسی چیز میں کوئی تاثیر ہے ہی نہیں' تاثیر اللہ کے کرم میں ہے' شکلوں میں کوئی تاثیر نہیں ہے' شکلیں تو ساری کی ساری مٹی سے بنائی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہر چیز اپنی قدرت سے بنائی ہے' تو قدرت ہر وقت اس چیز میں کام کرتی رہتی ہے۔ اس بات کو ہمیں بار بار سوچنا پڑے گا' غور کرنا پڑے گا' لوگوں سے کہنا پڑے گا کہ جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہو رہا ہے' ان سب کا تعلق ان پھیلی ہوئی شکلوں اور نقشوں سے نہیں ہے' بلکہ اللہ رب العزت کی ذات عالی تن تنہا جو چاہتی ہے وہ کرتی ہے۔ ان کا تعلق نہ تو ان اسباب سے ہے جنہیں اللہ نے براہ راست بنایا ہے اور نہ ان اسباب سے ہے جن اسباب کے بننے میں کسی درجے انسانوں کا ہاتھ لگا ہو۔

لکڑی کو سانپ بنا دیتے ہیں۔

سانپ کو لکڑی بنا دیتے ہیں۔

اس طرح ساری شکلوں پر خواہ وہ ملک کی ہو یا مال کی' برف کی ہو یا بھاپ کی' ساری شکلوں پر اللہ ہی کا قبضہ ہے۔ وہی ان شکلوں پر اپنے امر کو استعمال فرماتے ہیں۔ جہاں سے انسان کو زندگی بنتی نظر آتی ہے' وہیں سے زندگی کو بگاڑ کر دکھلاتے ہیں' اور جہاں سے زندگی بگڑتی نظر آتی ہے' وہیں سے زندگی کو بنا کر دکھلاتے ہیں۔ ساری چیزوں کے بغیر ریت پر ڈال کر پال کے دکھلاتے ہیں' اور سارے ساز و سامان اور زندگی بننے کے سارے اسباب نیز چیزوں کے ہوتے ہوئے' زندگی کو تباہ و برباد کر کے دکھاتے ہیں۔

اللہ جل شانہٗ کی ذات عالی سے ہمارا تعلق پیدا ہو جائے' اور اللہ جل شانہٗ کی ذات عالی سے براہ راست فائدہ حاصل کرنے والے بن جائیں' تو اسی کے لیے یعنی انسانوں کو کامیابی دلانے کے لیے' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے یہاں سے اللہ کے اوامر لے کر آئے ہیں۔

میرے دوستو! دیکھو' اور اسے سمجھو

ایک راستہ ہے اللہ کے خزانوں سے کائنات کی شکلوں کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے کا اور'

ایک راستہ ہے اللہ کے خزانوں سے محمدؐ کے ذریعے سے فائدہ حاصل کرنے کا۔

یعنی اللہ رب العزت کی قدرت سے فائدہ اٹھانے کے اسباب اور کائنات میں پھیلے ہوئے نقشوں سے فائدہ اٹھانے کے اسباب یہ دونوں چیزیں بالکل مقابلہ کی ہیں' دونوں ٹکرکی ہیں۔

اس لیے میرے دوستو! اللہ کی قدرت سے براہ راست فائدہ اٹھانے کے لیے حضورؐ جو اللہ کی طرف سے اوامر لے کر آئے ہیں' جب وہ اوامر ہماری زندگیوں میں آ

کر محمدؐ کے طریقے پر جسم سے صادر ہوں گے تو اللہ جل شانہٗ ہر نقشے ہر سبب میں کامیابی دے کر دکھلائیں گے اسی لیے سب سے پہلے

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ میں اپنے یقین، اپنے جذبے اور اپنے طریقے جو ہم حالات کے آنے پر خاص طور سے اور دن رات پیش آنے والی ضرورتوں میں عام طور سے اختیار کرتے ہیں ان کے بدلنے کا ہم سے یہ کلمہ مطالبہ کر رہا ہے۔

صرف یقین کی تبدیلی پر ہی اللہ پاک اس زمین اور آسمان سے کئی گنا زیادہ بڑی جنت عطا فرمائے گا اور دنیا میں نقد فائدہ یہ ہوگا کہ جن جن شکلوں سے ہمارا یقین نکل کر اللہ کی ذات سے ہر چیز کے بننے کا اور حضورؐ کے اعمال سے ہونے کا یقین آئے گا تو یہ ساری کی ساری چیزیں جن سے ہمارا یقین نکلے گا ان شکلوں کو اللہ ہمارے لیے مسخر کر دیں گے۔ اصل میں ہم پر جو دنیا کی شکلیں مسلط ہیں تو ان کا ہم پر تسلط ان کے یقینوں کی وجہ سے ہے۔ ایک چھوٹے جانور سے لے کر بڑے بڑے عالمی نقشوں کے یقین نے انہیں ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے ہمیں دعوت کی وہ محنت دی تھی جس سے زمین اور آسمان کے درمیان کا سارا کا سارا انتظام داعی کے لیے مسخر ہو جائے جس طرح اصحاب کہف کے لیے سورج کو مسخر کیا گیا تھا۔ اسی طرح ایک جماعت دشمن کے مقابلے پر ہے ادھر سورج غروب ہو رہا ہے اور ابھی عصر کی نماز ادا کرنا باقی ہے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ سورج کو یہیں روک دے، تو سورج وہیں رک گیا، ٹھہر گیا، جب تک دشمن سے مقابلہ کر کے فارغ نہ ہو گئے سورج وہیں رکا رہا، یعنی ان کی عصر کی نماز کے تقاضے پر سورج رکا ہوا ہے۔

میرے دوستو، عزیز و بزرگو! یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو کہ اسباب پر دعوت چلے گی، اسباب پر دعوت نہیں چلا کرتی، بلکہ دعوت پر وہ اسباب چلا کرتے ہیں، جن اسباب تک کی رسائی نہیں ہے۔ پہنچ نہیں ہے۔

میرے دوستو! ہدایت' اسباب پر بھی موقوف نہیں ہوئی ہے۔ ہمیشہ اسباب کا موافق ہونا' ہدایت کی محنت پر موقوف رہا۔ تمام انبیاءؑ کی دعوت کے واقعات کو اٹھا کر دیکھو' ہر جگہ یہ ملے گا کہ بغیر اسباب کے قدم اٹھایا تو اللہ نے اسباب کو موافق کر دیا' یہ نہیں کہ تم اسباب پر ہدایت کو لاؤ۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ یہی ہے کہ ہدایت کی محنت پر اسباب موافق ہوئے ہیں۔ جن جن چیزوں سے ہمارا یقین نکل جائے گا ان ساری چیزوں کو اللہ پاک مسخر فرمادیں گے۔ پہلا نمبر ہے ایمان کا۔

ایمان

ایمان: لغت میں' کسی کی خبر کو خبر دینے والے کے اعتماد پر یقینی طور سے مان لینے کو ایمان کہتے ہیں۔

کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ:

کا ترجمہ' اللہ کی خبروں کو محمدؐ کے اعتماد پر یقینی طور سے مان لینے کا نام ایمان ہے۔

ایمان سے کیا چاہا جا رہا ہے:

اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے براہ راست فائدہ حاصل کرنے کے لیے' اللہ تعالیٰ کے اوامر کو محمدؐ کے طریقے پر پورا کرنے میں' دنیا وآخرت کی تمام کامیابیوں کا یقین کرنا۔

اس کلمہ کا یقین حاصل کرنے کے لیے تین محنتیں کرنی ہونگی۔

پہلی محنت : دعوت دینا

دوسری محنت : مشق کرنا

تیسری محنت : دعا مانگنا

اب اس میں پہلا کام ہے' کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی دعوت

دعوت دینے میں اللہ کی بڑائی سمجھانی ہے' اللہ کی ربوبیت سمجھانی ہے' اللہ کی قدرت سمجھانی ہے' انبیاءؑ اور صحابہؓ کی نصرت کے واقعات سنانے ہیں کہ کس طرح اللہ رب العزت نے ظاہر کے خلاف ان کی مددیں کی ہیں۔ کس طرح غیبی نظام صحابہؓ کے ساتھ چلا ہے۔

میرے دوستو' بزرگو! کیوں کہ ہم یہ دعوت دیتے نہیں ہیں' ہم دعوت دیتے ہیں' اسباب کے اعتبار سے' حالانکہ اللہ کے کرنے کے ضابطے اسباب نہیں ہیں' اللہ کے کرنے کے ضابطے احکامات ہیں' کیوں کہ اللہ کی قدرت احکام کے ساتھ ہے' اسباب کے ساتھ نہیں ہے' اور اصل کامیابی قدرت کا ساتھ ہونا ہے۔ اسباب کا ساتھ ہونا قدرت کا ساتھ ہونا نہیں کہلاتا۔ اسباب امتحان ہیں اور احکامات اطمینان ہیں۔

میرے دوستو! یہ انتہائی محرومی کی بات ہے کہ ہم یوں سوچیں کہ یہ غیبی نصرتیں صحابہؓ پر آ کر ختم ہو گئیں۔ بات یہ نہیں ہے' بلکہ بات یہ ہے کہ نصرت دعوت کے ساتھ ہے۔ نصرت انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' نصرت دعوت کے ساتھ ہے۔ آج بھی خدا کی قسم وہ ہوگا جو صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہوا ہے' بلکہ اس سے زیادہ ہوگا بشرطیکہ ہم اپنے آپ کو اس رخ پر لے کر چلیں تو سہی' ہم نے تو دوستی کر لی ہے اسباب سے' جب کہ اسباب کا مل جانا وبال ہے اور اعمال کا مل جانا یہ انعام ہے' اللہ رب العزت اسباب دے کر پریشان کریں گے' دکان دے کر کمزور کریں گے۔ دوستو! اسباب اوندھا برتن ہے' اور اعمال سیدھا برتن ہے' اس میں براہ راست آئے گا مگر شرکت سے پاک ہو لیکن ہم کیا کر رہے ہیں کہ اسباب جتنا ساتھ دیں' اتنی دعوت دو' اتنا کام کرو۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! اسباب کی موافقت کے ساتھ اعمال تو ہو سکتے ہیں' مگر یقین نہیں بن سکتا۔ اگر حج کے خرچ کا انتظام نہیں ہے' تو اس پر حج فرض نہیں ہے۔ اگر مال نہیں ہے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہے' اعمال تو چلیں گے اسباب پر لیکن یقین اسباب

کے ساتھ چلیں ایسا نہیں ہوتا۔ کیوں کہ یقین کا اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی یوں کہے کہ مال نہیں ہے لہٰذا ہم حج نہیں کر سکتے' کیوں کہ حج عمل ہے مال سبب ہے لیکن یہ کہنا کہ اسباب ہوں گے تو یقین ہوگا' ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اسباب کا یقین کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔

میرے دوستو! ہر نبی نے آ کر سب سے پہلی جو دعوت دی ہے وہ ایمان کی دعوت دی ہے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو'

اسباب سے ایمان کی طرف

اور

چیزوں سے اعمال کی طرف

دعوت دی ہے یعنی کسی سبب سے' کسی نقشے سے اور کسی شکل سے کچھ نہیں بنتا جو کچھ بھی ان شکلوں سے' جو زمین آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی ہیں۔ نکلتا ہوا ہمیں نظر آ رہا ہے یا یہ جو شکلوں میں سے چیزیں بن کر نکلتی ہوئی ہمیں نظر آ رہی ہیں' یہ چیزیں ان شکلوں سے نہیں بنتیں اور نہ ہی ان شکلوں کے اندر جو خدا کا امر کام کر رہا اس سے کچھ بنتا ہے بلکہ یہ سب اللہ کی ذات سے بنا ہے اور ساتویں آسمان کے اوپر عرش سے ملا ہوا جو غیبی خزانہ ہے' جس کا دروازہ نہ رات میں بند ہوتا ہے نہ دن میں' اس خزانے سے براہ راست ان شکلوں کے اندر سے نکلنے والی چیزیں اللہ اتار رہے ہیں' خود اللہ جل شانہ' کہہ رہے ہیں کہ

کھیتی میں غلہ ہم اتارتے ہیں۔ (قرآن)

پانی ہم اتارتے ہیں۔ (قرآن)

ساری مخلوق کی روزیاں آسمانوں سے ہم بھیجتے ہیں۔

جانوروں میں دودھ ہم اتارتے ہیں۔ (قرآن)

اس طرح شکلوں سے نہ بننے کی اور اللہ کی ذات سے بننے کی دعوت دیتے تھے۔

اسی طرح چیزوں میں کامیابی نہیں ہے' چیزوں میں صحت نہیں ہے' چیزوں میں چین اور سکون نہیں ہے' چیزوں میں راحت نہیں ہے' چیزوں میں عزت نہیں ہے' اگر صحت' چین' سکون' راحت اور عزت کو پانا چاہتے ہو تو یہ تمام چیزیں اعمال سے حاصل ہوں گی۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! اس یقین کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے' اس یقین کی دعوت دینی ہے۔ اگر دعوت دینے والے کے سامنے کلمہ کی حقیقت نہیں ہے' تو پھر اس کی دعوت صرف اس کی زبان کے بول ہیں' نہ اس دعوت سے یقین کی تبدیلی ہو گی نہ اس دعوت سے اس کا اپنا یقین بدلے گا' نہ اس کے ایمان میں کوئی ترقی ہی ہو گی' بلکہ میرے دوستو جس وقت کوئی دعوت دینے والا کسی فرد کو یا کسی مجمع کو' اپنے مقام پر یا باہر دعوت دے رہا ہو' تو سب سے پہلے کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی دعوت دیتے ہوئے اس کے اپنے سامنے ایمان کی حقیقت ہو' کہ میں ایمان صحابہؓ کی طرف بلا رہا ہوں۔ اس لیے کہ قرآن میں ہے'

"آمنوا کما امن النّاس" (قرآن)

ہماری مشکل یہ ہے' کہ ہم جسے بلا رہے ہیں' اپنی سطح کے عمل کی طرف بلا رہے ہیں۔ اپنی سطح کے ایمان کی طرف بلا رہے ہیں۔

دیکھو میرے دوستو! یہ غلط ہے' بات کو اچھی طرح سمجھو' دیکھو' اللہ رب العزت اس کا حکم دے رہے ہیں کہ وہ ایمان لاؤ جو صحابہ کرامؓ ایمان لائے ہیں آمنو کما امن النّاس' جس وقت ہمارا کوئی ساتھی کلمہ کی دعوت دے' اس وقت یہ بات لازم ہے کہ دعوت دیتے ہوئے' اس کے سامنے ایمان صحابہؓ اور اس کے سامنے کلمہ کی حقیقت' اس کے سامنے صرف اللہ رب العزت کی ذات عالی ہو' اس کے سوا کوئی سبب نہ ہو' جب اس طرح دعوت دے گا جس طرح عرض کیا جا رہا ہے' تو اب اس دعوت سے اس کے اندر کلمہ کی حقیقت آئے گی۔

تو پہلا کام کیا ہوا میرے دوستو! کلمہ لا الہ الا اللہ پہلا نمبر' پہلے نمبر میں پہلا کام دعوت دینے کا۔ دعوت دینے میں اللہ کی بڑائی سمجھاؤ' اللہ کی ربوبیت سمجھاؤ' اس کی قدرت سمجھاؤ کہ قدرت اسباب کی پابند نہیں ہے' اسباب قدرت کے پابند ہیں اُسے اچھی طرح سمجھاؤ۔

کلمہ میں دوسرا کام: کہ اب بیٹھ کر سوچو کہ جس چیز کی دعوت دی ہے' یہی حق ہے' یہی سچ ہے۔ان دو کاموں کو کرنے کے بعد۔

کلمہ میں تیسرا کام: پھر تیسرا کام یہ ہے کہ رو رو کر اللہ رب العزت سے اس یقین کی حقیقت کو مانگو۔

میرے دوستو' بزرگو! اصل میں یہ مشق تو ہوگئی ختم' اب رہ گئی تقریر' کوئی بیان کرنے والا اچھا سا بیان کر دے' جس سے ہماری شب گزاری کامیاب ہو جائے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی ہدایت میں سب سے زیادہ ایمان کو بولا جانا اور اس طرح سے ایمان کو بولا جانا کہ تمہاری بات کی چوٹ اسباب پر پڑ رہی ہو۔

میرے دوستو! اگر ہم بولتے بھی ہیں' تو اسباب کی رعایت کرتے ہوئے بولتے ہیں اسباب کی رعایت سے ایمان کو بولنے سے کبھی ایمان نہ بنے گا بلکہ دوستو! جب تم اسباب کی رعایت سے ایمان کو بولو گے' تو باطل ترقی کرے گا۔ اس لیے

میرے دوستو! پہلا نمبر: کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' اس کے ساتھ تین کام ہیں۔

① دعوت
② مشق
③ دعا

چاہے مجمع میں گھس کر دعوت دو' چاہے انفرادی دعوت دو' مگر کلمہ کی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دو' کیونکہ دعوت کے ساتھ اللہ کی قدرت ہے اور وہ قدرت دعوت کے ساتھ استعمال ہوگی۔ اس لیے کہ

اللہ کو کلمہ کی دعوت پسند ہے'
کلمہ کا دعویٰ پسند نہیں ہے۔
دعویٰ کرنے والے اسلام لائے ہیں'
ایمان نہیں لائے ہیں۔ لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا.
اب دوسرا نمبر ہے نماز کا'

نماز

نماز کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کی قدرت سے براہ راست فائدہ حاصل کرنے والا عمل۔
نماز سے کیا چاہا جا رہا ہے:
اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فائدہ اٹھانے میں یہ نماز ہمارا یقینی سبب بن جائے۔

نمازی پر نماز کا پہلا حق	:	دعوت دینا
نمازی پر نماز کا دوسرا حق	:	مشق کرنا
نمازی پر نماز کا تیسرا حق	:	دعا مانگنا

اللہ رب العزت کی قدرت سے براہ راست فائدے حاصل کرنے کے لیے نماز کا امر دیا گیا ہے۔ نماز یقینی سبب ہے' دکان غیر یقینی سبب ہے۔ غیر یقینی سبب سے جو تم چاہو گے وہ نہ ہوگا' نماز کے امر سے جو تم چاہو گے' اللہ رب العزت وہ کر دیں گے۔ اس لیے اپنی ضرورتوں کو نماز کے امر سے پورا کرانے کے لیے ایک نماز سے دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

سر سے لے کر پیر تک اللہ کی رضا والے مخصوص طریقے پر پابندیوں کے ساتھ اپنے جسم کو استعمال کرو' آنکھوں کا' کانوں کا' اور زبان کا اور پیروں کا ہاتھوں کا استعمال ٹھیک ہو دل میں اللہ کی ذات کا یقین ہو اللہ کا دھیان ہو' اور اللہ کا خوف ہو اور نماز میں

اللہ کے حکم کے مطابق میرا استعمال یعنی رکوع، تکبیر اور تسبیح اور قرأت، یہ ساری کی ساری چیزیں کائنات سے فائدہ اور انعامات دلانے والی ہیں، اسی یقین کے ساتھ نماز ادا کر کے ہاتھ پھیلا کر اللہ سے مانگا جائے تو اللہ جل شانہ اپنی قدرت سے ہماری ہر ضرورت بھی پوری کریں گے اور اس نماز پر اللہ پاک گناہوں کو بھی معاف فرمائیں گے، رزق میں برکت بھی دیں گے، اطاعت کی توفیق بھی ملے گی۔ ایسی نماز کے لیے بھی تین کام کرنے ہوں گے۔

پہلا کام : دعوت

دوسرا کام : مشق

تیسرا کام : دعا

نماز کے ساتھ پہلا کام۔

دعوت: میرے دوستو، بزرگو! بیشک امت میں اعمال کا رواج ہے، وہ بھی کسی درجے میں، لیکن یہ اعمال کی شکل ہے، اعمال کی حقیقت ان شکلوں سے نکلی ہوئی ہے۔ دیکھو دوستو، ہو یہ رہا ہے کہ نمازی دعوت دے رہا ہے، بے نمازی کو۔

ہمارے چھ نمبر کی دعوت اس لیے نہیں ہے کہ امت میں نماز کی کمی ہے، اس وجہ سے ان کو نماز کی دعوت دو۔

نہیں میرے دوستو! بلکہ ہمارے چھ نمبروں کی دعوت کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ان نمبروں کی حقیقت مل جائے۔ ذرا سا سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے، اگر غور کرو گے تو تمہیں خود فرق محسوس ہو گا۔ حدیث میں یوں آتا ہے کہ نماز روشن اور چمکدار ہو کر نمازی کے لیے دعا کرتی ہوئی جاتی ہے یا سیاہ رنگ میں نمازی کے لیے بددعا کرتی ہوئی جاتی ہے، کہ اے اللہ جیسے اس نمازی نے میرے حق کو ادا نہ کر کے مجھے ضائع کیا تو بھی اس نمازی کو ضائع کر دے، تو پھر یہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ اسی طرح حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ قبر میں

نمازی آدمی کے سر کی جانب نماز موجود ہوگی اور قیامت میں جب نمازی آدمی اللہ کے سامنے حساب دینے کے لیے کھڑا ہوگا تو یہ نماز میزان پر اپنے وزن کی تول کرا رہی ہوگی۔ وہ نماز کی حقیقت حضورؐ معراج سے واپسی پر اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اس لیے جب تم نماز کی دعوت دو تو نماز کی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دو۔ اس بے نمازی کو سامنے رکھ کر دعوت نہ دو بلکہ نماز کے خشوع کو نماز کے خضوع کو نماز کی حقیقت کو اور صفت احسان کو سامنے رکھ کر دعوت دو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا کم سے کم اس کے یقین کے ساتھ کہ اللہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

میرے دوستو! ان چند چیزوں کو سامنے رکھ کر نماز کی دعوت دو کیونکہ خود دعوت دینے والا اپنے اندر نماز کی حقیقت لانا چاہتا ہے اس وجہ سے نماز کی دعوت دے رہا ہے لیکن ہمارے گشت بے نمازیوں میں ہو رہے ہیں بے نمازیوں کو سامنے رکھ کر اس لیے ہماری نمازوں میں کوئی ترقی نہیں ہماری تعلیم ہو رہی ہے ان کے لیے جو نماز نہیں پڑھ رہے اس لیے تعلیم سے اپنی ذات کو فائدہ نہیں۔ اس لیے نماز کی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دو۔ نماز سے ملنے والے نفع جو دنیا میں اس وقت تک ملیں گے جب تک ہم یہاں ہیں اور آخرت میں جو نفعے ملیں گے وہاں جانے پر ان نفعوں کو خوب سمجھاؤ حضورؐ اور صحابہؓ والی نماز کو سنانا کہ کس طرح نماز کے ذریعے انہوں نے اللہ کی قدرت سے اپنے مسئلے حل کروائے یہ ہوئی نماز کی دعوت یعنی پہلا کام۔

دوسرا کام: نماز کی مشق: نماز پر دو اعتبار سے مشق کرنا ہے۔

① ایک نماز کے ظاہر کے اعتبار سے اس کی مشق ہے اور

② دوسری نماز کے باطن سے اس کی مشق ہے۔

ظاہری مشق: وضو قرات رکوع قومہ سجدہ جلسہ قعدہ تلاوت تسبیح وغیرہ یہ نماز میں بالکل صحیح ہوں۔ مشق کر کے ان کو صحیح کیا جائے علماء سے مسائل پوچھ کر۔

باطنی مشق: اللہ کی ذات کا یقین ہونا' اللہ کا دھیان ہونا' اللہ کی ذات کا خوف' اور اپنی تمام حاجتوں کا اس نماز کے ذریعے سے پورا ہونے کا یقین کرنا' کہ جب بھی کوئی حاجت آئے تو نماز کی طرف متوجہ ہو۔

اب میرے دوستو! اگر ساری امت میں نماز زندہ کرنا مقصد ہے' تو اب یہ سوچو کہ یقین پر کتنے لوگ آئے کہ جنہیں یہ یقین ہو کہ نماز سے ہمارا ہر مسئلہ پورا ہو جائے گا اور یہی مقصد ہے' کہ میں اپنی ہر حاجت کے آنے پر نماز کی طرف بار بار متوجہ اس لیے ہو رہا ہوں' تا کہ میرا یقین اسباب سے ہٹ کر نماز پر آ جائے' کیونکہ

نماز یقینی سبب ہے'

دکان غیر یقینی سبب ہے۔

لیکن ہمارا معمول یہ ہے' کہ ہم صلوٰۃ الحاجۃ ادا کریں گے اور پھر اسباب میں لگ جائیں گے۔ مگر صحابہ کرامؓ کا یہ معمول نہیں تھا۔

میرے دوستو! حضرت انسؓ نے نماز ادا کی اور بادل دیکھا' پھر ادا کی بادل دیکھا' چار سے پانچ بار نماز ادا کرنے پر چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا نظر آیا۔ یعنی مشق کے ذریعے سے اپنے یقینوں کو اسباب سے ہٹاتا ہے' اور اعمال پر لاتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہم نے برکت کے لیے صلوٰۃ الحاجۃ ادا کی اور پھر دکان میں چلے گئے۔

میرے دوستو! عزیز و بزرگو! ایک ہوتا ہے نماز ادا کرنا حاجت کے لیے اور ایک ہوتا ہے صلوٰۃ الحاجۃ کا ادا کرنا اپنے یقینوں کو بدلنے کے لیے' کہ یقین کو اسباب سے نکال کر اعمال میں منتقل کرنے کے لیے نماز کی مشق کی ہے۔

آپ حضرات غور فرما رہے ہیں یا نہیں' کیونکہ بیان یا تقریر کی بات نہیں ہے' یہ تو محنت عرض کر رہا ہوں جو ہمیں اور آپ سب کو کرنی ہے۔ آخر ہم بے نمازی کو دعوت کیوں دے رہے ہیں' کیا بے نمازی کو دعوت اس کے بے نمازی ہونے کی وجہ سے

دے رہے ہیں یا ہم بے نمازی اور نمازی کو دعوت اپنی نماز کی حقیقت حاصل کرنے کے لیے دے رہے ہیں سوال اس بات کا ہے۔

میرے دوستو! محسوس یہ ہو رہا ہے کہ خود چار مہینے لگانے والے چلے لگانے والے پابندی سے ماہانہ سہ روزہ لگانے والے یہ بھی یوں کہتے ہیں کہ اسباب کی دنیا ہے جب اختیار کرو یہ تبلیغ کی محنت کرو گے تو اللہ تمہارے اسباب آسان کر دیں گے۔

سوال اس بات کا ہے کہ جو محنت کو کر رہے ہیں ان کے یقینوں کا کیا ہوا۔

میرے دوستو بزرگو! اگر ہم بھی یہی کہیں کہ اسباب یہی ہیں جو دنیا میں نظر آ رہے ہیں یہ دنیا میں پھیلی ہوئی شکلیں اور یہ دنیا کے نقشے ہی اسباب ہیں اور مشرکین ملحدین کفار یہود اور نصاریٰ بھی یہی کہیں کہ یہی اسباب ہیں بس تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سارے کے سارے ایک ہی راستے پر ہیں۔ یہ سچی بات ہے کہ ہم سارے کے سارے ایک ہی ڈگر پر ہیں پھر انبیاء علیہم السلام کا کام ہی کیا تھا؟ حضورؐ کے پاس جب کوئی اپنی حاجت یا اپنا کوئی اور مسئلہ لے کر آتا تو جسے پیٹ میں درد ہے تو آپؐ نے کہا جا نماز ادا کر اور فاقہ آ گیا تو کہا جا سورۂ واقعہ پڑھ۔

میرے دوستو! مجھے بتاؤ تو صحیح کہ کہاں حضورؐ نے ان کو یہ اسباب بتلائے ہیں۔

ہم اصل میں جو دعوت دے رہے ہیں وہ اس بات کی کہ ساری دنیا اعمال پر آ جائے۔

میرے دوستو میں عرض یہ کرتا ہوں کہ جب نماز کی حقیقت کی طرف دعوت دیں گے تو ایک آدمی نماز پر آئے گا یا نہیں آئے گا یقیناً آئے گا لیکن آپ اگر صرف عمل کی دعوت دیں گے یقین کی تبدیلی کے لیے دعوت نہ دیں گے تو اس دعوت سے لوگ عمل پر آ جائیں گے یقین پر نہ آئیں گے پھر جب اس نماز کے مقابلے میں دکان آئے گی جب اس نماز کے مقابلے میں کھیت کارخانے یا گھریلو مسئلے آ جائیں گے تو یہ نماز چھوڑ دی جائے گی کیونکہ شکل کے مقابلے میں شکل آ گئی لیکن حقیقت کے مقابلے میں شکل آتی ہے تو حقیقت کو اختیار کر لیا جاتا ہے اور شکل کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اس لیے کہ ابھی ہمارے اعمال یقین میں نہیں آئے معمول میں آئے ہیں۔
حضورؐ نے قیامت تک آنے والوں کے لیے اپنی نماز کو نمونہ قرار دیا ہے اور اپنی والی نماز دی ہے۔

اب خود اپنی نمازوں کی مشق کرنی ہے' ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی' میں نے دونوں عرض کر دیئے ہیں کہ ظاہر میں مسئلے کے اعتبار سے صحیح ہو اور فضائل کے اعتبار سے فضائل مستحضر ہوں۔ باطن کے اعتبار سے کہ جب حاجت آئے' نماز کو اختیار کرو' اگر حاجت پوری نہیں ہوئی تو پھر نماز ادا کرو' پھر حاجت پوری نہیں ہوئی پھر نماز ادا کرو' یہاں تک کہ کوشش کرتے کرتے نماز جواب تک غیر یقینی سبب تھا' وہ یقینی سبب بن جائے' اور اس کے مقابلے میں جو اسباب اب تک یقینی تھے غیر یقینی بن جائیں۔

میرے دوستو! حاجت کے آتے ہی اگر نماز کا خیال نہ آیا تو' ابھی نماز کی حقیقت نہیں حاصل ہوئی' اگر حاجت کے آتے ہی سبب کا خیال آ گیا تو یہ سبب کا خیال ہمارے اندر کے سبب کے یقین نے ظاہر کیا ہے اب اگر اس سبب کی کامیابی کے لیے نماز ادا کر رہا ہے تو یہ اس کے عقیدے کا بگاڑ اپنا کرا رہا ہے۔

میرے دوستو! امت عمل کر رہی ہے اسباب بنانے کے لیے عقیدہ کا بگاڑ ہے کہ اسباب بنانے کے لیے اعمال ہو رہے ہیں۔ میرے دوستو! عمل وہ سبب ہے جو اسباب کے خلاف اللہ کی قدرت سے براہ راست کامیابی دلوائے گا' عمل وہ سبب ہے جس کے انکار کی گنجائش نہیں' وہ سبب ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں' اب اپنی ضرورتوں کو نماز سے پورا کرنے کے لیے ایک نماز سے دوسری نماز کا انتظار کر کے اس سے اپنی حاجتوں کو پورا کرانے کی مشق کرو۔ یہ نماز کے ساتھ دوسرا کام ہو گیا۔
تیسرا کام: "دعا" کہ جب نماز کی دعوت اور نماز کی مشق کرتے ہوئے جس طرح عرض

کیا گیا ہے پھر نماز کے عمل کو پورا کر کے سوچنا کہ اللہ کی شان کے مطابق نماز کا حق ہم سے صحیح ادا نہ ہو سکا' اس پر رونا اور کہنا کہ اے اللہ تو ہمیں نماز کی حقیقت عطا فرما دے۔

علم وذکر

علم کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے براہ راست فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے اللہ کے اوامر کو حضورؐ کے طریقے پر اختیار کرنا۔

علم سے کیا چاہا جا رہا ہے
اس بات کی تحقیق کرنا کہ میرا اللہ مجھ سے اس حال میں کیا چاہ رہا ہے۔
ہم میں تحقیق کا جذبہ پیدا ہو جائے اس کے لیے تین محنتیں کرنی ہیں۔

1. علم کی دعوت
2. علم کی مشق
3. علم کے لیے دعا

علم سے مراد یہ ہے کہ ہم میں تحقیق کا جذبہ پیدا ہو جائے' کیا مطلب اس کا؟ علم کہتے ہیں کہ اللہ مجھ سے اس وقت کیا چاہ رہا ہے۔ کتاب یاد ہو جانے کو علم نہیں کہتے' بلکہ میرا اللہ مجھ سے اس وقت کیا چاہ رہا ہے' اور جو چاہ رہا ہے اسے اللہ کے دھیان کے ساتھ پورا کرنا یہ علم اور ذکر ہے۔

میرے دوستو! انسان کے عمل سے علم کا ظاہر ہونا' یہ علم کی علامت ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ علم وذکر ایک نمبر ہے' اس کا مطلب ہے اللہ مجھ سے اس وقت جو چاہ رہا ہے اسے اللہ کے دھیان کے ساتھ پورا کر دینا یعنی عمل ہو اللہ کے دھیان کے ساتھ ہو یہ علم وذکر کا خلاصہ ہے۔

آج تو جو آدمی جو سیکھے وہی علم، جو آدمی کسی سے جو پوچھے وہی علم، نہیں میرے دوستو! علم صرف اس کو کہتے ہیں، جو حضور ﷺ یقینی کامیابی کے لیے اللہ رب العزت کے یہاں سے لے کر آئے ہیں، اس کو علم کہتے ہیں۔

وہ کیا ہے؟ وہ قبر کے تین سوال ہیں۔

1. رب کو جاننا
2. اس کے احکامات کو جاننا
3. نبی کی نیابت میں ملی ہوئی ذمے داری کو پورا کرنا

لیکن آج علم اور جہالت میں کوئی فرق نہیں رہا۔ جہاں آنکھ بند ہو جاتی ہے، وہاں جہالت ختم ہو جاتی ہے اور علم شروع ہو جاتا ہے۔ ساری جہالت جہاں ختم ہو جائے گی، علم وہاں سے شروع ہوگا۔ یہ قبر کے تین سوال، یہ تینوں سوال علم کے بارے میں ہیں، جہالت کے بارے میں کوئی سوال نہیں۔

یہاں قبر میں زبان علم پر نہیں چلے گی، کہ کوئی کر کے گیا، کوئی سیکھ کر گیا، کوئی سن کر گیا، کوئی سنا کر گیا۔

اسی لیے قرآن نے عالم یقین والوں کو کہا ہے لیکن آج امت تربیت کے علم کو کھو چکی ہے۔ امت کے پاس شریعت کا علم تو ہے، لیکن تربیت کے علم سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ وہ محنت ہمارے یہاں علم و ذکر سے چاہی جا رہی ہے۔

صحابہ کرامؓ جو نمونہ ہیں ساری امت کے لیے وہ تربیت کی وجہ سے نمونہ بنائے گئے، صرف علم کی وجہ سے نہیں علم نبوت والے علم پر ان سے محنت کرائی گئی، تب کہیں جا کر نمونہ بنائے گئے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ ایک مدرسہ سے بخاری شریف کے ختم پر فرمایا، بھائیو! آپ نے بخاری شریف ختم کی علم حاصل ہوا اب اس علم پر تین مقصدوں کے لیے محنت ضروری ہے۔

1. اس علم کے مطابق آپ کے اندر کا یقین
2. اس علم کے مطابق عمل اور
3. اس یقین اور عمل کو عالم میں پھیلانا

حضورؐ کے لائے ہوئے علم پر ان تین پہلوؤں سے ابتداء میں محنت کی گئی تھی' تو اس زمانے کے کائناتی نقشوں پر چلنے والے' روم وفارس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ آخری زمانے میں دجال اپنی ذات سے اتنی بڑی طاقت کا مظاہرہ کرے گا' کہ اس کے مقابلے میں موجودہ طاقتیں کچھ بھی نہیں ہیں۔ اس وقت مہدی علیہ السلام زمین سے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آئیں گے اور حضورؐ کے طریقے کے مطابق اس علم پر یہی محنت کریں گے اس پر اللہ پاک اس دجالی طاقت کو ہلاک کر دے گا تو جب پہلے بھی یہ ہو چکا اور آخر میں بھی ایسا ہو گا' تو پھر اس پر شک کیوں ہے کہ اس دور میں کیسے ہو سکے گا۔ آج بھی وہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ کہ ایک معتد بہ طبقہ اس علم پر حضورؐ اور صحابہؓ کی طرح محنت کر ڈالے۔

میرے دوستو! حضورؐ سے صادر ہونے والے اعمال کو اللہ رب العزت نے ایٹم بم سے زیادہ طاقتور بنایا ہے' اور ایک ایک عمل کو عالم کی تعمیر کا ذریعہ بنایا ہے۔ ''صلوٰۃ الاستسقاء'' زمین کے حالات میں تبدیلی کا ذریعہ ''صلوٰۃ خسوف'' اور ''صلوٰۃ کسوف'' چاند اور سورج کے حالات بدلنے کے لیے ہے۔ ''صلوٰۃ الحاجۃ'' اور ''دعا'' ہر قسم کے انفرادی اور اجتماعی ناموافق حالات بدلنے کے لیے ہے۔ حضورؐ کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کرا کے یہی ظاہر کیا گیا ہے کہ حضورؐ سے صادر ہونے والے اعمال کی اتنی طاقت ہے' اور یہ چاند کی طرف انگلی کا اشارہ حضورؐ کا تکوینی عمل تھا۔ تشریعی عمل اس سے بھی زیادہ طاقت والے ہیں۔ جب یقین کے ساتھ ایمان والا وضو کر کے کلمہ کی گواہی دیتے ہوئے آسمان کی طرف اپنی انگلی اٹھاتا ہے تو ساتوں آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں' اور عرش کے اوپر نور کا ستون ہلنے لگتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے براہ راست فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو حضورؐ کے طریقے پر پورا کرنے کی نیت سے حضورؐ کے لائے ہوئے علم کو حاصل کرنے کے لیے جو سفر کرتا ہے' تو اس کا یہ سفر عبادت میں لکھا جاتا ہے' اس مقصد کے لیے چلنے والوں کے پیروں کے نیچے ستر ہزار فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں۔ زمین اور آسمان کی ساری مخلوق ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے۔ شیطان پر ایک عالم ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ یہ فضائل کی کتاب یاد ہو جانے کا نام صرف علم نہیں ہے۔

میرے دوستو' بزرگو! تعلیم عمل کو کہتے ہیں اور علم یقین کو کہتے ہیں۔ صرف دماغ میں آ جانے کا نام علم نہیں ہے' یا کتاب یاد ہو جانے کا نام علم نہیں ہے بلکہ قرآن نے عالم یقین والوں کو کہا ہے' معلومات ہو جانے کو نہیں۔ قرآن نے عالم یقین والوں کو کہا ہے کہ اللہ کے وعدوں کا جنہیں یقین ہے۔

اس لیے سب سے پہلا کام علم کے ساتھ بھی جو کرنا ہے' وہ دعوت ہے۔

پہلا کام: ''دعوت'' دنیا و آخرت میں کامیابی دلانے کے لیے حضورؐ کے لائے ہوئے علم کو حاصل کرنے کا لوگوں کے اندر شوق و طلب پیدا کرنے کی کوشش کرنا' اعمال کے فضائل سنانا اور تعلیم کے دوران تعلیمی گشت کرنا۔

دوسرا کام: ''مشق'' وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال اور افعال کے دنیا و آخرت میں ظاہر ہونے والے نتیجوں کا بیان ہو'

ایسے علم میں مشغولیت اور تعلیم کے حلقوں میں خوب جم کر بیٹھنا۔

لیکن اب بات یہ ہے کہ تعلیم کا حلقہ ہو گیا محلہ والوں کے لیے۔ یہ بات ذرا اچھی طرح سمجھ لیں کہ تعلیم ہے مسجد دار جماعت کی اپنی' محلے والے آتے رہیں گے' بیٹھتے رہیں گے کوئی پانچ منٹ' کوئی دس منٹ' پھر اٹھ کر چلے جائیں گے لیکن اگر یہ سوچ

لیا کہ تعلیم ہے محلے والوں کے لیے لہٰذا محلے والے جتنی دیر بیٹھیں اتنی دیر تعلیم ہونی چاہیے نہیں بلکہ یہ تعلیم تو مسجد وار جماعت کی اپنے یقین بدلنے کے لیے ہے۔ ہاں ہم محلے والوں کو اپنے تعلیمی حلقے کی دعوت دیں گے انہیں بیٹھنے کی ترغیب دیں گے لیکن یہ نہیں کہ جب محلے والے اٹھ کر جانے لگیں تو ہماری تعلیم ختم ہو جائے۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا دوستو! کہ مسجد میں تعلیم مسجد وار جماعت کی اپنی تعلیم ہے۔ اسے تیس منٹ سے لے کر ڈیڑھ گھنٹے تک پہنچانا ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب فرماتے تھے کہ تعلیم کے حلقوں میں جم کر بیٹھو بلکہ مجاہدوں کے ساتھ بیٹھو۔ اس لیے کہ صرف تعلیم کے علم سے عمل کی استعداد پیدا نہیں ہوتی بلکہ تعلیم کے نور سے عمل کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

میرے دوستو، بزرگو! اصل میں عمل کی قوت کا تعلق علم نبوت کے نور سے ہے۔ اب جتنا حدیث کا نور آئے گا' اپنے اندر' اتنا عمل کرنے کی استعداد پیدا ہوگی۔ اس لیے عرض یہ ہے کہ ایک ایک حدیث کو تین بار پڑھو فائدے کو ایک بار پڑھنا ہے' فائدے میں جو حدیث آئے گی اسے بھی ایک ہی بار پڑھنا ہے' صرف حدیث تین تین بار ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ یہ طریقہ نبوت ہے' امت کو تعلیم دینے کا اور یہی طریقہ مسنون ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب فرماتے تھے کہ ادب اور عظمت' دھیان اور توجہ الی اللّٰہ اور باوضو بیٹھنے کی کوشش اور ٹیک لگا کر نہ بیٹھنا۔ یہ نہیں کہ جسے کتاب پڑھنی آتی ہے وہ بس منہ کے سامنے کتاب رکھ کر پڑھتا چلا جائے اور ساتھیوں کا دھیان کہیں اور ہو۔

میرے دوستو! کتاب پڑھنا مقصود نہیں ہے' بلکہ امت کو اس کے یقین پر لانا مقصود ہے' کہ فضائل کا یقین اپنے اندر پیدا کرو آپ حضرات اس طرح سے تعلیم میں بیٹھیں تاکہ تعلیم کا عمل مکمل ہو۔

تیسرا کام: "دعا" ان دونوں کاموں کے کرنے کے بعد اب رو رو کر اللہ سے علم کی حقیقت کو مانگنا۔

ذکر

ذکر کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کے اوامر میں اللہ تعالیٰ کے دھیان کے ساتھ مشغول ہونا۔

ذکر سے کیا چاہا جا رہا ہے؟ ذکر سے یہ چاہا جا رہا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے ہیں اور وہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

ذکر کی تین محنتیں:

1. دعوت
2. مشق
3. دعا

میرے دوستو! ذکر کا مطلب صرف تسبیح کا پورا کرنا نہیں ہے یہ تو سبب ہے اللہ کا دھیان کرنے کے لیے اصل میں ذکر کہتے ہیں' اللہ کے دھیان کو۔ کیونکہ جتنے بھی اعمال ہیں' وہ صرف اللہ کے دھیان لانے کے اسباب ہیں' اس لیے ان کو طبعاً ذکر کہہ دیا جاتا ہے۔ تلاوت ذکر ہے' نماز ذکر ہے' تسبیح ذکر ہے' یہ سب ذکر کیوں ہیں؟ کہ ان سے اللہ کا دھیان لانا مقصود ہے۔ اس لیے ان کو طبعاً ذکر کہہ دیا گیا' ورنہ اصل میں میرے دوستو! ذکر تو اللہ کے دھیان کو کہتے ہیں۔

"اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِی"

کہ نماز کو قائم کرو میری یاد کے لیے۔ اگر نماز اللہ کے دھیان سے ہو رہی ہے' تو نماز ذکر ہے۔ جو عمل بھی اللہ کے دھیان کے ساتھ ہو' وہ ذکر ہے۔

اسی لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہر اطاعت کرنے والا جو اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہو تو وہ ذاکر ہے۔ اب ہر عمل میں اللہ کا دھیان پیدا کرنے کے لیے اللہ کا ذکر ہے کہ جو اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ اس کو یاد فرماتے ہیں جب تک آدمی کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں' اللہ کی طاقت اور مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ پاک اسے اپنی محبت اور مغفرت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کا ذکر شیطان سے بچنے کا قلعہ ہے۔ اب ذکر کی حقیقت کو حاصل کرنے کے لیے بھی تین کام کرنے ہیں۔

پہلا کام "دعوت" ایک ایک مسلمان کو اللہ کا ذکر کرنے پر اس دعوت کے ذریعے سے آمادہ کرنا ہے' کہ ہر مسلمان اللہ کی ذات کا تعارف کرانے والا بن جائے' اللہ کی تعریفیں کرنے والا اور تذکرے کرنے والا بن جائے۔ اس پر امت کو آمادہ کرتا ہے ترغیب دے کر' یہ ترغیب ہمیں اسی لیے دینی ہے کہ اس کی حقیقت ابھی ہمارے اندر نہیں ہے اسی حقیقت کو حاصل کرنے کے لیے ہم دعوت دے رہے ہیں۔ جب اس کی حقیقت ہمیں حاصل ہو گی تو ہمیں اللہ کا دھیان مل جائے گا' اس کے لیے دعوت کے بعد ہمیں مشق کرنی ہے۔

دوسرا کام: "مشق" کہ تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنا ہے' اس کیفیت کے ساتھ کہ میرا اللہ جس نے سب کچھ اپنی قدرت سے بنایا ہے' وہ میرے سامنے ہے' میرے ذکر کرنے کو سن رہا ہے' میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' اس طرح اللہ کے ذکر کی مشق کرنی ہے۔

تیسرا کام: "دعا" کہ ان دونوں کاموں کو کرنے کے بعد یعنی اس دعوت اور مشق کے بعد رو رو کر اللہ رب العزت سے ذکر کی حقیقت مانگنی ہے۔

اکرام مسلم

اکرام مسلم کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کے بندوں سے متعلق جو اللہ کے اوامر ہیں۔ انہیں حضورؐ کے طریقے پر پابندی سے پورا کرنا۔

اکرام مسلم سے کیا چاہا جا رہا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حق کو ادا کرنا اور اپنے حق کو معاف کرنا۔
یہ نمبر بھی ہم سے تین محنتیں چاہ رہا ہے۔

1. دعوت
2. مشق
3. دعا

میرے دوستو، عزیز و بزرگو! مال کی طبعی چاہت اور اس سے دلچسپی اور محبت کے باوجود اپنا کمایا ہوا مال اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے نبیوں اور کتابوں کی تعلیم کے مطابق

اپنے ماحول کے ضرورت مندوں پر خرچ کرو،
قرابت دار، مسکین، یتیموں پر خرچ کرو،

غرض یہ کہ اپنی کمائیاں دوسروں پر خرچ کریں اور دوسروں کو آرام اور نفع پہنچائیں، ہر مسلمان کا اکرام کریں کہ وہ حضور کا امتی ہے، ہر امتی کے آگے بچھ جانا،

میرے دوستو! ہر شخص کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور اپنے حق کو معاف کرنا ہے۔ دوستو! جو آدمی مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے گا اللہ اس کے عیبوں کو چھپائے گا۔ جو آدمی مسلمان بھائی کے عیب کو چھپائے گا، اللہ پاک اس کو جنت کے بیچ میں محل عطا فرمائے گا۔

میرے دوستو! اس لیے ہمیں اکرام مسلم کی حقیقت کو حاصل کرنے کے لیے بھی تین کام کرنے ہوں گے۔

1. دعوت
2. مشق
3. دعا

پہلا کام: ''دعوت'' اس کے لیے دوسروں میں دعوت دے کر اکرام مسلم کا شوق پیدا کرنا ہے، ایک ایک مسلمان کی قیمت سمجھانی ہے کہ جب تک ایک بھی مسلمان اس زمین پر

موجود ہے تب تک یہ سورج چاند اور آسمان موجود رہے گا ورنہ ساری کائنات توڑ پھوڑ دی جائے گی۔ اسی کے ساتھ حضورؐ اور صحابہؓ کے اکرام واخلاق، ہمدردی اور ایثار کے واقعات سنانے ہیں، یہ دعوت ہمیں اس لیے دینی ہے کہ میرے اخلاق ٹھیک ہو جائیں، میں حقوق کا ادا کرنے والا بن جاؤں۔

میرے دوستو، بزرگو! آج امت کے حقوق کا مارنا ہم اپنی نادانی کی وجہ سے صحیح سمجھتے ہیں باپ بیٹے کا حق، بیٹا باپ کا حق، ماں۔بیٹے کا حق، بیٹا ماں کا حق، استاد شاگرد کا حق، شاگرد استاد کا حق یعنی ہر ایک دوسرے پر قابض ہے۔ ہم اکرام مسلم کی دعوت اپنے اندر حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے دیں گے۔

دوسرا کام: ''مشق'' اللہ کے راستے میں نکل کر اکرام مسلم کی مشق کرنا، خدمت کے ذریعے سے کہ اپنے ساتھیوں کی خوب خدمت کرو۔ ہر ساتھی کی خدمت کر کے اپنے اندر تواضع پیدا کرو، اللہ کی طرف سے جو تربیت ہوگی وہ خدمت کرنے سے ہوگی۔

میرے دوستو! صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اس میں کام تقسیم ہو گئے کہ یہ بکری ذبح کریں گے یہ گوشت بنائیں گے مگر حضورؐ کے ذمے خدمت کا کوئی کام نہ آیا تو آپؐ نے صحابہؓ سے پوچھا میں کیا کروں، تو صحابہؓ کہنے لگے کہ آپ رہنے دیجیے، ہم لوگ سب کام کرلیں گے، تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، میں بھی جنگل سے لکڑیاں چن کر لاؤں گا کھانا پکانے کے لیے دوستو سارے نبیوں کے سردار وہ ساتھیوںؓ کی خدمت کے لیے لکڑیاں چن کر لا رہے ہیں۔

میرے دوستو، ہم جماعت میں جا تو رہے ہیں مگر ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ جماعت میں نکل کر، جو اپنے آپ کو مٹائیں گے، اللہ اسے بنائے گا۔ ایسا کرنے سے اکرام مسلم کی مشق ہوگی، اور خدمت کرنے سے، تواضع اختیار کرنے سے، اور چھوٹا بننے سے ہمارے لیے اکرام مسلم کی حقیقت کا حاصل کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے ان

دونوں کاموں کو کرنے کے بعد یعنی اکرام مسلم کی دعوت اور اس کی مشق اس طرح جس طرح عرض کی گئی ہے' کرنے کے بعد پھر'
تیسرا کام: ''دعا'' کہ اب رو رو کر اللہ جل شانہ سے حضورؐ والے اخلاق کی حقیقت کو مانگنا ہے۔
پانچواں نمبر اخلاص نیت کا ہے۔

اخلاص نیت

اخلاص کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کے اوامر کو صرف اللہ کی رضامندی کے لیے پورا کرنا۔
اخلاص سے کیا چاہا جا رہا ہے:
اللہ تعالیٰ کے اوامر کو حضورؐ کے طریقے پر اختیار کرنے میں اپنی نیت کو صحیح رکھنا۔
اس نمبر کی حقیقت حاصل کرنے کے لیے بھی تین محنتیں شرط ہیں۔

1. اخلاص کی دعوت
2. اخلاص کی مشق
3. اخلاص کی دعا

میرے دوستو' بزرگو! عالم' سخی اور شہید جن کو سب سے پہلے جہنم میں ڈالا جائے گا' یہ بڑے بڑے اعمال والے ہیں' جنہیں جہنم میں سب سے پہلے ڈالا جائے گا۔ جہنم انہیں سے دہکائی جائے گی' یہ جہنم کی چپٹیاں ہیں' یہ جہنم کے دہکانے کا سامان ہے۔ یہ بڑے بڑے اعمال والے صرف اس وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے کہ ان کی نیت صحیح نہ رہ سکی۔

ابو ہریرہؓ جو اس روایت کے نقل کرنے والے ہیں' وہ خود اس حدیث کو بیان کرتے کرتے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ صحابہؓ ایمان اور اعمال میں نمونہ ہیں' اس

ایمان پر یہ اعمال کر کے پھر بھی یہ حال کہ بار بار کی بے ہوشی' ایسا ڈر تھا اخلاص کا۔ اسی طرح ایک بار یہی حدیث ایک شخص نے حضرت امیر معاویہؓ کو سنائی تو یہ حدیث سن کر بے ہوش ہو گئے' کتنی سخت حدیث ہے یہ ہم سب کی عبرت کے لیے۔ اس لیے۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! ہر عمل میں اللہ رب العزت کی رضا مندی کا جذبہ ہو' کسی بھی عمل سے دنیا کے طلب یا اپنی حیثیت بنانا مقصود نہ ہو' میرے دوستو! اللہ پاک کی رضا مندی کے لیے تھوڑا سا عمل بھی بڑے بڑے انعامات دلوائے گا مگر دعوت کی محنت یہ پوری کرنی پڑے گی ورنہ اس کے بغیر بڑے بڑے عمل بھی گرفت کا اور اللہ کی پکڑ کا ذریعہ بنیں گے۔ اس لیے اپنی نیت کو صحیح رکھنے کے لے اخلاص کی حقیقت حاصل کرنی پڑے گی' اس حقیقت کو حاصل کرنے کے لیے بھی تین کام کرنے پڑیں گے۔

پہلا کام: ''دعوت'' کہ دوسروں میں دعوت کے ذریعے سے تصحیح نیت کا فکر و شوق پیدا کیا جائے' اس لیے کہ ہمارے اندر اخلاص کی حقیقت نہیں ہے' اس کی حقیقت حاصل کرنے کے لیے میں اس کی دعوت دے رہا ہوں۔

دوسرا کام: ''مشق'' کہ اپنے ہر عمل سے پہلے اور ہر عمل کے درمیان اور ہر عمل کے ختم پر' لیکن نماز میں نماز شروع کرنے سے پہلے اور نماز کے ختم پر صرف دو بار اور باقی اعمال میں تین بار نیت کو صحیح رکھنے کے لیے اپنے دل سے یہ کہیں کہ اے اللہ تیری رضا مندی کے لیے میں یہ عمل کرنے جا رہا ہوں' یا کر رہا ہوں یا کر چکا ہوں تو اسے قبول کر لے' اس طرح اس کی مشق کرنی پڑے گی۔

تیسرا کام: ''دعا'' کہ ہر عمل کے پورا ہونے پر اپنی نیت کو ناقص قرار دیتے ہوئے توبہ واستغفار کریں اور پھر رو رو کر اللہ رب العزت سے اخلاص کی حقیقت کو مانگیں۔

چھٹا نمبر دعوت و تبلیغ کا ہے۔

دعوت و تبلیغ

دعوت و تبلیغ کا مفہوم: اپنے یقین اور عمل کو درست کرنے اور سارے انسانوں کو صحیح یقین پر لانے کے لیے حضورؐ کے طریقہ محنت کو سارے عالم میں زندہ کرنے کی کوشش کرنا۔

دعوت و تبلیغ سے کیا چاہا جا رہا ہے:

اس محنت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے کام کے عالمی تقاضوں کو اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ پورا کرنا۔

اس نمبر کی حقیقت ہمیں حاصل ہو جائے اس کے لیے بھی تین محنتیں کرنی ہیں۔

1. دعوت
2. مشق
3. دعا

میرے دوستو عزیزو بزرگو! آج امت میں کسی حد تک انفرادی اعمال کا رواج ہے، یعنی اعمال کی شکل تو ہے مگر حقیقت نکلی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ امت اپنا سرمایہ جو اللہ کے فضل سے ملا ہے، یعنی اپنے ایمان، نماز، علم و ذکر، اخلاص اور دعوت کی ذمہ داری جو اسے ملی تھی یہ اسے لیے بیٹھی ہے، جس کی وجہ سے

امت کی اکثریت میں کفر و شرک

امت کی اکثریت میں فسق و فجور

امت کی اکثریت میں، جہالت، غفلت، بداخلاقی اور دکھاوا بھرا پڑا ہے اور چیزوں اور شکلوں پر محنت کرنے میں ایسا پھنسی ہوئی ہے کہ امت اپنی ذمہ داری سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے اور جس محنت کے کرنے پر خود اس کو ایمان اور اعمال کی حقیقت سے نوازا جاتا اور دوسروں کو ہدایت ملنے کا یہ سبب بنتی یہ اس محنت سے کوسوں دور ہے۔

میرے دوستو! حضورؐ کے ختم نبوت کے صدقے اور طفیل میں اسے دعوت والی محنت ملی ہوئی ہے جس محنت کے کرنے پر انسانیت اپنے بنانے والے اور اپنے پالنے والے کو پہچان کر اس سے اپنا تعلق جوڑنے کے لیے بے قرار اور بے چین رہتی تھی صحابہ کرامؓ کی طرح۔

اس لیے انبیاء علیہم السلام کی طرز پر اپنی جان اور مال کو جھونک دینا اور جن میں محنت کرتا ہے ان سے کسی چیز کی طلب نہ کرنا۔ اس کے لیے ہجرت بھی کرنا اور نصرت بھی کرنا۔

جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے
آسمانوں والا اس پر رحم کرتا ہے

جو دوسروں کا تعلق اللہ سے جوڑنے کے لیے ایمان اور اعمال صالحہ کی محنت کرے گا، اللہ جل شانہ اس کو سب سے پہلے ایمان اور اعمال صالحہ کی حقیقتوں سے نواز کر اپنا تعلق عطا فرمائیں گے۔

اس راستے میں ایک صبح یا ایک شام کا نکلنا پوری دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے ان سب سے بہتر ہے۔

اس راستے میں ہر مال کے خرچ پر اور اللہ کے ہر ذکر اور تسبیح پر اور ہر ہر نماز پر سات لاکھ گنا اجر بڑھ جاتا ہے۔

میرے دوستو بزرگو! اس راستے میں محنت کرنے والوں کی دعائیں بنی اسرائیل کے نبیوں کی دعاؤں کی طرح قبول ہوتی ہیں یعنی جس طرح ان کی دعاؤں پر اللہ رب العزت نے ظاہر کے خلاف اپنے قدرت کو استعمال فرما کر نبیوں اور ان کی قوموں کو کامیاب کر کے دکھلایا ہے اور ان کے باطل خاکوں کو توڑ پھوڑ کر تہس نہس کر کے دکھلایا ہے اسی طرح اس محنت کے کرنے والوں کی دعاؤں پر اللہ پاک ظاہر کے خلاف اپنی

قدرت کے مظاہرے کر کے دکھلائیں گے' جب عالمی بنیاد پر محنت کی جائے گی' تو تمام عالم کے انسانوں کے دلوں میں اس محنت کے اثر سے تبدیلیاں رونما ہونگی اس دعوت وتبلیغ کی حقیقت کو حاصل کرنے کے لیے بھی تین محنتیں کرنا پڑیں گی۔

پہلا کام: ''دعوت'' کے ذریعے امت کے ایک ایک فرد کو اس محنت کے کرنے کے لیے آمادہ کرنا ہے۔ ہر امتی کو اس کی ذمہ داری سمجھانی ہے اور اللہ کی قدرت دعوت کے کے ذریعے کس طرح ساتھ ہو جاتی ہے اس کے لیے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ جو ظاہر کے خلاف اللہ کی قدرت کے واقعات مشاہدے میں آئے ہیں وہ سنانے ہیں۔

دوسرا کام: ''مشق'' خود اپنے آپ کو قربانی کی شکلوں یعنی ہجرت اور نصرت والے اعمال دعوت میں لگانا ہے۔ صحابہ کرامؓ ہر حال میں نکلے ہیں' اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے نکاح کے وقت' رخصتی کے وقت' ولادت کے موقع پر وفات کے موقع پر' سردی میں' گرمی میں' بھوک میں' فاقے میں' صحت میں' بیماری میں' قوت میں' کمزوری میں اور جوانی میں' بڑھاپے میں یعنی ہر تقاضے پر' ان کے ساتھ حالات کیسے بھی ہوں مگر پوری ذمہ داری کے ساتھ اس محنت کو کرتے تھے۔ اس کی ہمیں بھی مشق کرنی ہے۔ صحابہؓ کے طرز پر' اس کے ساتھ تیسرا کام جو اس ساری محنت کی جان ہے یعنی ''دعا''

تیسرا کام: ''دعا'' اللہ پاک سے رو رو کر اس عالی محنت کو عالم میں عام کرنے کے لیے اپنے آپ کو قبول کروانا۔

میرے دوستو' بزرگو! ان چیزوں سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے ہر شخص سے خواہ وہ کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتا ہو۔ چار ماہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اپنے (مشاغل)' ساز وسامان اور گھر بار سے نکل کر ان چیزوں کی دعوت دیتے ہوئے اور خود اپنے اوپر محنت کرتے ہوئے ملک بہ ملک' قوم بہ قوم' قریہ بہ قریہ پھریں گے۔

حضورؐ نے ہر امتی کو مسجد والا بنایا تھا۔ مسجد کے کچھ مخصوص اعمال دیئے تھے۔ ان اعمال سے مسلمانوں کی زندگی میں اطمینان تھا۔ مسجد میں اللہ کی بڑائی کی' ایمان کی' اور آخرت کی باتیں ہوتی تھیں۔ اعمال سے زندگی بننے کی باتیں ہوتی تھیں۔ اعمال کے ٹھیک کرنے کے لیے تعلیمیں ہوتی تھیں۔ ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت کے لیے ملکوں اور علاقوں میں جانے کی تشکیلیں ہوتی تھیں۔ یہاں تعاون' ایثار اور ہمدردیوں کے اعمال ہوتے تھے۔ آج ہم دھوکے میں پڑ گئے کہ ہمارے پیسے سے مسجد چلتی ہے۔ مسجد اعمال سے خالی ہوگئی اور چیزوں سے بھر گئی۔ آپؐ نے مسجد کو بازار والوں کے تابع نہیں کیا۔ حضورؐ کی مسجد میں نہ بجلی تھی نہ پانی تھا نہ غسل خانے تھے' خرچ کی کوئی شکل نہ تھی مسجد میں آدمی آکر داعی بنتا تھا' معلم بنتا تھا' ذاکر بنتا تھا' نمازی بنتا تھا' مطیع بنتا تھا' متقی بنتا تھا' زاہد اور خلیق بنتا تھا۔ باہر جا کر ٹھیک زندگی گزارتا تھا۔ مسجد بازار والوں کو چلاتی تھی۔ ان چار ماہ میں ہر جگہ جا کر مسجدوں میں ہر امتی کو لانے کی محنت کریں۔ مسجد والے اعمال کو سیکھتے ہوئے دوسروں کو یہ محنت سیکھنے کے لیے تین چلوں کے واسطے آمادہ کریں۔ آپ حضرات تین چلوں کی دعوت خوب جم کر دیں اس میں بالکل نہ گھبرائیں اس کے بغیر زندگیوں کے رخ نہ بدلیں گے۔ جن احباب نے خود ابھی تین چلے نہ دیئے ہوں وہ بھی اس نیت سے خوب جم کر دعوت دیں کہ اللہ پاک اس کے لیے ہمیں قبول فرمالیں۔

جب محلوں کی مسجدوں میں ہفتے کے دو گشتوں کے ذریعے فی گھر ایک آدمی کے تین چلوں کے لیے آواز لگ رہی ہوگی۔

تعلیموں اور تسبیحات پر احباب جڑ رہے ہوں گے۔

ہر مسجد سے تین دن کی جماعتیں نکالنے کی کوشش ہو رہی ہوگی تو شب جمعہ کا اجتماع صحیح نہج پر ہوگا اور کام کے بڑھنے کی شکلیں بنیں گی۔

ہر مسجد سے تین دن کی جماعتیں نکالنے کی کوشش ہو رہی ہو گی تو شب جمعہ کا اجتماع صحیح نہج پر ہو گا اور کام کے بڑھنے کی شکلیں بنیں گی۔

جمعرات کو عصر کے وقت سے محلے کی مسجد کے احباب اپنی اپنی جماعتوں کی شکلوں میں بستر اور کھانا ساتھ لے کر اجتماع کی جگہ پر پہنچیں۔

مشورے سے ایسے ساتھی سے عمومی بات کرائی جائے جو محنت کے میدان میں ہو اور جن کی طبیعت پر کام کے تقاضے غالب ہوں۔

بہت ہی فکر و اہتمام سے تشکیلیں کی جائیں۔

اگر اوقات وصول نہ ہوں تو رات کو بھی محنت کی جائے۔

رو رو کر مانگا جائے، صبح کو پھر جماعتوں کی تشکیل کریں۔

ہدایت دے کر جماعتیں روانہ کی جائیں۔

تین دن کی محلوں سے تیار ہو کر آئی جماعتوں کے نکلنے کا رخ پڑنا چاہیے۔

اگر شب جمعہ میں خدانخواستہ سب تقاضے پورے نہ ہو سکیں تو سارے ہفتے اپنے محلوں میں پھر اس کے لیے کوشش کی جائے اور آئندہ شب جمعہ میں محلے سے تقاضوں کے لیے لوگوں کو تیار کر کے لایا جائے۔

میرے دوستو! آج محنت ایمان کے بنانے سے ہٹی ہوئی ہے۔ آج دنیا محنت کا میدان بنی ہوئی ہے، کہ چیزیں بنالو تو کامیاب ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کلمہ بنالو کامیاب ہو جاؤ "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" کہ ایمان والے سو فیصد کامیاب ہو گئے۔ اس وقت دو محنتیں دنیا میں ہو رہی ہیں۔

1. ایک محنت نبیوں والی، اور
2. ایک محنت نبیوں کے خلاف

"نبیوں والی محنت کیا ہے؟ یوں کہیئے کہ انبیاء علیہم السلام والی محنت یہ ہے کہ جتنے حالات آئیں ان کو اعمال سے حل کراؤ۔

اعمال سے بدلو۔

اور دنیا کی جو محنت ہے کہ جتنے حالات آئیں ان کو چیزوں سے بدلو کہ

خوف آ رہا ہے تو ہتھیار بناؤ

بیماری آ رہی ہے تو دوائیں بناؤ

یہ انسان اتنا بے عقل اور اتنا نادان ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بنا کر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے نظام سے ٹکر لے رہا ہے کہ ہم نے حالات کا انتظام کر لیا۔

میرے دوستو، بزرگو! جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتے وہ یہ چھوٹے چھوٹے نقشے بنا کر ان حالات سے بے چارے بچنا چاہتے ہیں کہ ان حالات کو روکنے کا انتظام کر لیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام سے بے چارہ غافل ہے اور پھر جب حالات بگڑتے ہیں، تو پھر یہ ان حالات کی نسبت چیزوں کی طرف کرتا ہے۔ یہ چیزوں کی طرف نسبت کرنا بے ایمانی کی بنیاد ہے۔

کہ زلزلے آئیں گے تو یوں کہے گا کہ ماہر ارضی کو پکڑو یعنی زمین کے ماہرین سے معلوم کرو کہ یہ (زلزلے کیوں آئے اور

قحط سالی (سوکھا) آئے گا تو یوں کہے گا کہ سائنس والوں سے پوچھو کہ سوکھا کیوں پڑا اور

بیماری آئے گی تو یوں کہے گا کہ وزیر صحت سے پوچھو کہ یہ بیماری کیسے آئی۔

اور اگر ایمان ہوتا تو یوں کہتا کہ زلزلے تب آیا کرتے ہیں جب زنا ہوا کرتا ہے اور سوکھا (قحط سالی) تب آیا کرتا ہے۔ جب تاجر ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ اگر ایمان ہوتا تو ان حالات کو اپنی بداعمالیوں سے جوڑتا، لیکن ایمان نہیں ہے اس لیے حالات کو حالات سے جوڑ رہا ہے اور حالات کو چیزوں سے جوڑ رہا ہے۔

میرے دوستو، بزرگو! حالات کا چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے دور دور تک بھی چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ایسا کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا، اللہ تعالیٰ نے بڑے

بڑے نقشے والوں کے نقشے توڑے ہیں۔ جو نقشے آج موجود ہیں وہ پہلی اقوام میں بھی موجود تھے۔

وہ قوم سبا میں باغات کے نقشے
وہ قوم ثمود میں کارخانوں کے نقشے
وہ قوم نوح میں اکثریت کے نقشے اللہ تعالیٰ نے وہ سارے نقشے پہلے توڑے ہیں قرآن ان سارے نقشوں کے ٹوٹنے اوران کے غرق ہونے اوران کے زمین میں دھنسنے اوران کی بستیوں کو آسمان پر اٹھا کر لے جا کر پلٹنے کے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کبھی فیصلہ نہیں کیا چیزوں پر اور ملک و مال پر بلکہ اللہ نے جو خیر کا فیصلہ کیا ہے فلاح یا کامیابی کا فیصلہ کیا ہے وہ فیصلہ انسان کے جسم سے نکلنے والے ایمان والے اعمال پر کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کرانا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے جسم سے ایمان والے اعمال ظاہر کرو پھر اس کے مطابق فیصلے ہوں گے

لیکن یہ انسان اپنی آنکھوں پر اسباب کی پٹی باندھ کر اس طرح چلتا ہے کہ جس قدر اس کے حالات بگڑتے ہیں یہ اسی قدر چیزوں پر محنت کو بڑھا دیتا ہے کہ تجارت میں حالات آئے تو تجارت کی محنت کو بڑھائے گا اور زمینداری پر حالات آئے تو زمینداری کی محنت بڑھائے گا اور ملازمت پر حالات آئیں گے تو یوں کہے گا کہ اس سے اچھی کوئی نوکری تلاش کرلوں تو حال کو حال سے بدلنا چاہے گا اوراس میں چلتا رہے گا اور آگے بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ آگے بڑھتے بڑھتے یہ وہاں پہنچ جائے گا جہاں سے واپسی کا وقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں خوب بیان کیا ہے۔

"وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً"

(قرآن) کہ جو اپنے اعمال کو برباد کر لیتے ہیں اللہ کی ذات عالی کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ان کی محنت ان کی مشقت وہ ساری بیکار جاتی ہے۔

میرے دوستو! بزرگو! ہر محنت کرنے والا کامیاب نہیں ہے۔ محنت دنیا میں بہت ہو رہی ہے لیکن ہر محنت کرنے والا کامیاب نہیں ہے، وہ محنت کرنے والا کامیاب ہے۔ جس کی محنت انبیاء علیہم السلام کی محنت سے میل کھاتی ہو۔

"ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ" (قرآن) اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں حضورؐ سے کہ اے نبیؐ جی! آپ کو معلوم ہے کہ ایک آدمی بہت محنت کرنے والا اور اس کے چہرے پر اس کی محنت کے آثار نمایاں ہیں کہ چہرہ اس کا تھکا ہوا، لیکن یہ اپنی ساری محنت کے باوجود جہنم کے اندر ڈالا جائے گا۔

محنت ہو صحیح ہو انشاء اللہ مقبول ہوگی، جن کی محنت صحیح راستے سے ہٹی ہوئی ہوگی وہ مردود ہوگی، اللہ تعالیٰ کے یہاں۔ جس کو صحیح اسلام کہا گیا ہے وہ مدینہ والوں جیسا اسلام ہے اور جو اس کی علاوہ لے کر آئے گا، اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوگا۔ چاہے جتنا مرضی اپنے آپ کو تھکا کر آئے۔

اس لیے محنت کے شروع کرنے سے پہلے محنت کی صحیح تحقیق دنیا سے جانے سے پہلے ہو جائے، ورنہ محنتیں کرنے والے اپنی محنتوں کے نقصان یا دنیا میں دیکھ لیں گے یا آخرت میں دیکھیں گے۔ جہاں محنت کے صحیح کرنے کا وقت نہیں ہوگا۔ وہاں ان کی محنتوں کو دکھلایا جائے گا کہ یہ تمہاری محنت ہے۔ اس وقت امت اپنی ملازمت اپنی تجارت اپنی کاشتکاری ہر اعتبار سے خسارے میں پڑی ہوئی ہے۔

یہ بات نہیں کہ اعمال سے صرف آخرت بنتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اعمال پر نقد دنیا بناتے ہیں اور آخرت ادھار۔

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیَاۃً طَیِّبَۃً" (قرآن) کہ ہم ایمان اور اعمال صالحہ پر مرد و عورت کی دنیا بناتے ہیں اور ان کے لیے اعلان ہے کہ خوشگوار زندگی گزارو۔ آج تو سارا عالم اس غلط فہمی کے اندر ہے کہ

جو ہتھیار بنالے وہ کامیاب

جو اس سے بڑا بم بنالے وہ اس سے بڑا کامیاب۔ کیسی عقل ماری گئی اور کیسی الٹی سوچ ہے۔ اگر سارا عالم یوں کہتا کہ ہتھیار بنانے کی کوئی ضرورت نہیں' انسان اگر انسان بن کر جیے تو ہتھیار کس کے لیے بنائے گا۔

آج غلط محنتوں کی وجہوں سے ایک دوسرے کو مارنے کے لیے' ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے۔ اس پر محنت ہو رہی ہے اور جو ان محنتوں میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنی کامیابی کا نعرہ لگا رہے ہیں کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ یوں کہیں کہ یہ انسان اگر خود اپنے آپ کو بنالیں اور پھر انہیں ہتھیار کی ضرورت پیش آ جائے۔

تو اللہ درخت کی ٹہنی کو تلوار بنا دیں جیسے ''احد'' میں عبداللہ بن جحش کی ٹہنی کو تلوار بنایا ہے کہ جب ضرورت پیش آئے گی تب دیکھی جائے گی تو اپنے آپ کو بنالے۔ سارا نظام عمل تیرے لیے پابند کر دیں گے تیرے لیے مسخر کر دیں گے۔

اس لیے میرے دوستو' بزرگو! محنت صحیح رخ کی ہو' محنتیں بہت ہو رہی ہیں اور ہر ایک کو دعویٰ ہے' کہ ہماری محنت صحیح ہے۔ غلط محنت کرنے والوں کو اپنی محنت پر دعویٰ ہے کہ ہم جو کر رہے ہیں' صحیح کر رہے ہیں۔

میرے دوستو قرآن بالکل واضح ہے ''ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔'' (قرآن) اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ'' (قرآن)

اللہ تعالیٰ صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ تم سب سے بہترین امت ہو' کس لیے بھیجے گئے ہو دنیا میں' اللہ نے تمہیں کیوں بنایا ہے؟ اللہ نے دنیا میں تمہیں کیوں بھیجا ہے؟ تمہارے بھیجے جانے کا کیا مقصد ہے؟ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ

الـمُنكَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہ" (قرآن) کہ تمہیں لوگوں کی نفع رسانی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ یہ کیا فائدہ ہے کہ

ہم کپڑا بنا رہے ہیں،
ہم ہتھیار بنا رہے ہیں،
ہم دوائیں بنا رہے ہیں،

ہم بھی تو لوگوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں کہ جب کسی سے کہو کہ آ جاؤ گشت کر لیں تو کہتا ہے کہ میاں کیا ہم دکان پر کام نہیں کر رہے ہیں۔ میاں ذرا چار مہینے لگا لو تو کہتے ہیں کہ ہم کام نہیں کر رہے ہیں، کیا ہم بیکار ہیں کیا اسی کو کام کہتے ہیں، کہ میری ذات سے کسی انسان کو فائدہ پہنچ جائے۔

میرے دوستو بزرگو! اس میں تو انسان ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ اتنا فائدہ تو جانور سے بھی پہنچتا ہے اور پھر یہ انسان بھی ریٹائرڈ ہو جاتا ہے جیسے جانور ریٹائرڈ ہو جاتا ہے کہ دودھ دینے والے جانور کو قصائی کے حوالے کر دیا جاتا ہے کہ لو جی تم اسے ذبح کرو۔

میرے دوستو بزرگو! جب انسان بھی یہ سمجھ لیتا ہے کہ میری ذات سے جس کو جو فائدہ پہنچ رہا ہے، میں اسی کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ خدا کی قسم ایسے انسان کی ذات سے بھی جب دوسروں کو فائدہ پہنچنا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ بھی غیروں کے اسی طرح حوالے ہو جاتے ہیں، پھر یہ ضائع ہوتے ہیں۔

میرے دوستو بزرگو! ہمیں اپنے سرمایہ کو جو اللہ کی طرف سے ملا ہوا ہے، اس کو نبیوں والی محنت پر استعمال کرنا ہے۔ وہ کیا محنت ہے، وہ محنت ہے "تَـأْمُـرُوْنَ بِـالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ" (قرآن) بھلائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا اور اللہ کی ذات پر یقین رکھنا، (صرف علم نہیں کہ ہاں، اللہ کی ذات کے بارے میں معلوم ہے)

یہ اس امت کا کام ہے'
یہ اس امت کا مقصد حیات ہے
اسی کام کے لیے اس امت کو بھیجا گیا ہے۔

لیکن یہ جو دعوت تبلیغ کا کام ہو رہا ہے ابھی ہماری اس کام کے بارے میں مختلف رائیں ہیں۔ مختلف خیالات ہیں۔ کوئی یوں کہتا ہے کہ بھلا یہ بھی کوئی کام ہے' اچھے لوگ ہیں تو وہ کہتے ہیں دوستو بھلائی کے کام تو بہت سے ہیں' کہ
چاہے تبلیغ کرلو چاہے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر دو یہ بھی بھلائی کا کام ہے۔
کسی ننگے کو کپڑا پہنا دو یہ بھی بھلائی کا کام ہے'
کسی بھوکے کو کھانا کھلا دو' یتیم خانے بنوا دو'
مسجد بنا دو' یہ بھی بھلائی کے کام ہیں۔ بھلائی کے کام تو بہت سے ہیں کرنے کے۔
میرے دوستو' بزرگو! ہر ایک امتی کے ذمے بحیثیت کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اقرار کرنے اور اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہنے اور اپنے آپ کو حضورؐ کا امتی کہنے کے نبوت والا کام ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا کہ میاں یہ چند لوگوں کے کرنے کا کام ہے یا کسی جماعت کا کام ہے' ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ جس نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اقرار ہے اس کے ذمے دعوت اِلی اللّٰه کی محنت ہے۔ اللہ کے بندوں کو اللہ کی ذات کی طرف بلانا' اللہ کی ذات کا تعارف کرانا۔ بحیثیت بندہ ہونے اور بحیثیت امتی ہونے کے اس کے ذمے دعوت اِلی اللّٰه کی یہ محنت ہے۔

یہ مولانا الیاسؒ کا کام نہیں ہے یہ نبوت والا کام ہے جو قیامت تک کرنے کے لیے اس امت کو دیا گیا ہے۔ یہ "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" نبی سے نہیں کہا جا رہا ہے' بلکہ یہ اس امت سے کہا جا رہا ہے امت موجودہ سے کہ یہ تمہارا کام ہے تمام انبیاء علیہم السلام کی محنت کا یہ خلاصہ ہے کہ تمام اللہ کے بندوں کو اللہ کی ذات سے جوڑنا۔

میرے دوستو بزرگو! جتنا خدا کا نظام پھیلا ہوا ہے زمین اور آسمان کے درمیان اس سب سے فائدہ اٹھانے کا راستہ ہی دعوت والی محنت ہے۔

اگر ایک انسان اللہ کے غیبی خزانے سے بارش کا طالب ہے تو بارش
اگر صحت کا طالب ہے تو صحت
اگر امن کا طالب ہے تو امن

جو کچھ چاہے گا اللہ کے خزانوں سے وہ دعوت والی محنت سے ملے گا وہ دعوت کی محنت کے بغیر خدا کے خزانوں سے فائدہ اٹھا ہی نہیں سکتا۔

اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانے دکھائے ہیں اور جناب رسول اللہ کو اپنے سارے خزانوں کی سیر کرائی ہے اور یہ کہہ دیا کہ جو ان خزانوں سے فائدہ اٹھانا چاہے تو یہ راستے اختیار کرے۔

1. ایک راستہ ہے اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے کائنات کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے کا اور
2. ایک راستہ ہے اللہ کے خزانوں سے محمدؐ کے ذریعے سے فائدہ حاصل کرنے کا۔

محمدؐ کے ذریعے سے فائدہ حاصل کرنے کا راستہ ''دعوت'' ہے اور اس کے علاوہ جتنے راستے ہیں وہ سارے کے سارے عام ہیں۔ اس میں تو مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ اللہ کے خزانوں سے امت دعوت کی محنت کو چھوڑ کر فائدہ نہیں اٹھا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانے نبیوں پر کھولے ہوئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کے خزانوں کے وعدے لے کر آتے ہیں۔ اللہ نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف انسان کے لیے بنایا ہے جو کچھ یہاں بنایا ہے وہ یہاں اور جو کچھ آخرت میں بنایا ہے، وہ وہاں یہ سب کچھ ان کے لیے ہے جو چار کام کریں۔

قرآن یوں کہتا ہے کہ جو چار کام کرے وہ خسارے سے نکلے گا چار کام دیکھو چار کام عرض کروں گا دو کام نہیں بلکہ چار کام ہیں۔ اس کو اچھی طرح انگلیوں پر شمار کرو اور پھر آج سے یہ طے کرو کہ یہ چار کام ضرور کرنے ہیں:

1. ''ایمان'' یہ شرط ہے کہ بغیر ایمان کے ساری محنتیں بے کار ہیں۔
2. ''اعمال صالحہ'' کہ بغیر اعمال صالحہ کے کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔
3. ''تواصی بالحق''
4. ''تواصی بالصبر''

یہ کام ہیں۔ ایمان تو ہم نے سن لیا مگر ایمان سننے کے لیے نہیں ہے سیکھنے کے لیے ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں ''**تعلمنا الایمان**'' ہم نے ایمان کو سیکھا ہے۔ یہ ایمان نہیں ہے کہ آپ یہاں سن رہے ہیں اور ہم سنا رہے ہیں۔ اسے ایمان نہیں کہتے۔ ایک غیر ایمان والا ایمان پر تقریر کر سکتا ہے' یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ لکھ کر دے دو تب بھی اور سکھلا دو تب بھی وہ ایمان پر تقریر کر لے گا۔ اس کو ایمان نہیں کہتے' بلکہ ایمان تو ایک محنت کا نام ہے۔

ایمان اور اعمال صالحہ دو چیزیں یہ اور دو چیزیں تو تواصی بالحق اور تواصی بالصبر' تواصی بالحق اور تواصی بالصبر امت اس کو بھولے ہوئے ہیں۔ یہ امت' امت بن نہیں سکتی اور کسی لائن میں کامیاب ہو نہیں سکتی' نہ دنیا کے اعتبار سے نہ آخرت کے اعتبار سے نہ دنیا کے خسارے سے نکلے گی نہ آخرت کے خسارے سے نکلے گی' جب تک چار کام برابر نہ کرے۔

1. ایمان
2. اعمال صالحہ
3. تواصی بالحق
4. تواصی بالصبر

یہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کیا ہے اس کو سمجھنا ہے۔ جس کسی نے ایک مرتبہ بھی

"لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ" کہا ہے اور

اللہ کی ذات پر یقین رکھتا ہے'

اللہ کو اللہ سمجھتا ہے

اس کو پیدا کرنے والا

اس کو بنانے والا

مارنے والا

جلانے والا

قیامت میں دوبارہ اٹھانے والا سمجھتا ہے

اس کے ذمے ہے کہ ایک ایک امتی کو ایمان کی دعوت دے' یہ ہے "تواصی بالحق"

قرآن صاف صاف کہہ رہا ہے' ہماری بات نہیں ہے یہ قرآن کی بات ہے جس پر ہم

سب ایمان لائے ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ خسارے سے تب نکلو گے جب ایمان اور اعمال کے ساتھ

تواصی بالحق ہوگا' کہ ایک ایک امتی کو ایمان پر لاؤ۔ وہ کیسے' کہ وہ تاجروں سے جا کر یہ

کہے گا' کہ تجارت میں نفع نہیں' نفع اللہ کی ذات میں ہے۔ نفع اللہ نے اپنی قدرت میں

رکھا ہے۔ کاشتکار سے کہے گا کہ زمین سے فصل نہیں ہوتی' فصل اللہ کے اگانے سے

اگتی ہے۔ حاکم سے یہ کہے گا کہ تیری حکومت سے کچھ نہیں ہوتا'

امن کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے'

حفاظت کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔

زندگی اور موت' کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے اور یہ موت تو تم جہاں بھی ہو گے

وہاں پر تمہیں روک لے گی'

تم اپنی حفاظت کے نقشوں میں حفاظت نہیں کر سکتے۔
تم اپنی مالداری کے نقشے میں پل نہیں سکتے۔
تم اپنی صحت کے نقشوں میں بیماری سے نجات نہیں پا سکتے۔
ایک ایک امتی کے پاس جا کر اللہ کی ذات عالی کا تعارف کرانا اور اللہ کے دھیان کے ساتھ چلانا اور اللہ کی ذات سے ہونے کے یقین پر لانا۔
ابھی تو میرے دوستو بزرگو! جتنا اللہ کی کبریائی کو بولا جا رہا ہے یہ تو عملوں میں بولا جا رہا ہے۔

1. کہ نماز پڑھی "اللہ اکبر" کہہ دیا۔
2. اور سورۃ فاتحہ پڑھی تو "الحمد للہ رب العالمین" کہہ دیا اور اھدنا الصراط المستقیم کہہ دیا۔ یہ نماز میں بولا جانا محنت نہیں ہے۔ محنت الگ چیز ہے عمل الگ چیز ہے محنت سے عمل زندہ ہوں گے۔

ایک "اھدنا الصراط المستقیم" کا عمل ہے جو نماز میں ہے اور
ایک اِیَّاکَ نَستَعِینُ کی محنت ہے۔
میں عرض کر رہا ہوں محنت کو۔ ایمان، اعمال صالحہ، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر یہ محنت ہے کہ ایک ایک امتی کو اللہ سے ہونے کے یقین پر لانا
ایمان کو لکھ کر بھیج دینا محنت نہیں ہے۔
تقریر کر دینا کوئی محنت نہیں ہے۔
کہ میں تو امت کی ہدایت کی روز دعا تو کرتا ہی ہوں۔ یہ کوئی محنت نہیں ہے۔
پھر محنت کیا ہے؟ محنت اسے کہتے ہیں کہ یہ نبیوں کی طرح ایک ایک کے پاس جائے اور انہیں اللہ کی ذات کا تعارف کروائے جس طرح جناب محمد الرسول اللہ ایک ایک کے پاس جاتے تھے کہ میرا ساتھ کون دے گا؟ مجھے کون ٹھکانا دے گا، میری کون

رہبری کرے گا؟ ایک ایک قبیلے پر ایک ایک دکان پر اور مکہ میں جو نمائش لگتی تھی حج کے موقع پر ایک ایک کے پاس جاتے اور اللہ کی ذات عالی کا تعارف کراتے۔

یہ کام ہے ہمارا۔ امت اللہ کو بھولی ہوئی ہے ان میں سے ایک ایک کے پاس جا کر اللہ کی ذات کا تعارف کرانا یہ محنت ہے ایسا کرنے کو محنت کہتے ہیں۔

اس تعارف پر جب اللہ کی ذات عالی کو پہچانے گا اور سمجھے گا اور اللہ کی ذات پر ایمان لائے گا اور اللہ کے غیر سے نہ ہونے کا یقین جب اس کے دل میں اترے گا تب اس کے اعمال بنیں گے۔

سب سے پہلی ذمہ داری امت پر تواصی بالحق کی ہے کہ ایک ایک امتی کو ایمان پر لاؤ اور ایک ایک امتی کو تواصی بالصبر صبر پر لاؤ یعنی احکام پر لاؤ یعنی ایمان کی دعوت اور اعمال کی دعوت یہ دو کام ہر امتی کو کرنے ہوں گے۔

دو کام دوسروں کے لیے تواصی باالحق و تواصی باالصبر

دو کام اپنے لیے ایمان اور اعمال صالحہ

دو کام اس کے ذاتی کہ ہر ایک کا ایمان بن رہا ہو اور ہر ایک کے اعمال بن رہے ہوں اور

دو کاموں کی اس پر پوری امت کی ذمے داری

امت اس ذمے داری سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے میری نماز میرا روزہ میری زکوۃ میرا حج میرے معاملات میرا اخلاص میرا معاشرہ میری قوم میری قابلیت میرے دوستو خدا کی قسم امت کا اس بنیاد پر سوچنا بھی جرم ہے۔ اس کو تو اس کی اجازت ہی نہیں ہے کہ یہ ملک کی یا قبیلے کی یا صرف اپنی بستی اور شہر کی بنیاد پر یا صوبے کی بنیاد پر یہ سوچے اس کو تو اس کی اجازت ہی نہیں ہے بلکہ جناب محمد الرسول اللہ کے یہاں تو سہیلؓ رومی بلالؓ حبشی یعنی کوئی کالا کوئی گورا کوئی سرخ کوئی نمیالہ کوئی کسی زبان کا کوئی کسی قبیلے کا لیکن آپؐ سے تو دعوت دینے کا اللہ تعالیٰ نے ایسا نظم بنوایا کہ

''اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا''

وہ نسخہ کیمیا کیا تھا؟ یوں کہیں کہ وہ نسخہ کیمیا یہ تھا کہ امت کو ایسا کام دیا ہے کہ امت ہمیشہ اس کیمیائی نسخہ سے فائدہ اٹھاتی رہے اور اس کی کیا صورت بنی کہ جس وقت آپ غار حرا سے تشریف لائے یعنی جس وقت اللہ کی طرف سے نبوت کی ذمے داری آپ پر ڈالی گئی۔

تو پہلے دن امت کی تینوں قسموں کو آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا دعوت دینے کے لیے۔ پوری امت انسانیت انہیں تین قسموں پر مشتمل ہے۔

1. مرد
2. عورت
3. بچہ

ساری دنیا میں انسانیت کی یہی تین قسمیں ہیں جس وقت جناب رسول اللہ ﷺ ''حرا'' سے تشریف لائے امت کی طرف آپ ﷺ نے بیک وقت تینوں کو دعوت دی ہے۔ عورت مرد اور بچہ تینوں ایک ساتھ جمع ہو گئے۔

1. مردوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2. عورتوں میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور
3. بچوں میں علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ

ان تینوں کو آپ ﷺ نے بیک وقت دعوت دی یہ نہیں کہ بچوں کو بعد میں اور بڑوں کو پہلے یا مردوں کو پہلے دی ہو اور عورتوں کو بعد میں تینوں کو بیک وقت دعوت دی ہے۔ امت کو تقسیم نہیں کیا ہے۔ یہ آپ کا پہلا دن ہے اور آخری دن جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی یہ بتلا رہی ہے کہ کام امت

کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ جس وقت آپؐ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے آپؐ نے امت کو تین چیزیں دی ہیں اور تینوں چیزوں میں آپؐ نے امت کو سب کچھ دے دیا۔ حقوق اللہ، حقوق العباد اور دعوت کی عظیم ذمہ داری۔ جو نبیوں سے نبیوں میں ہر زمانے میں منتقل ہو رہی تھی۔

یہ نور نبوت اور

یہ نور ہدایت اور

یہ دعوت کی ذمہ داری اور

یہ دین کی امانت جو نبیوں سے نبیوں میں منتقل ہو رہی تھی، ایک نبی جاتا دوسرے نبی کام کرنے کے لیے آ جاتے، پھر وہ جاتے ان کے بعد تیسرے نبی آ جاتے یہ نبیوں سے نبیوں میں منتقل ہو رہی تھی دعوت۔ ''الا انبیاء آخر المرسلین'' یہاں تک کہ جناب رسول اللہ تشریف لے آئے پھر آپؐ سے دعوت کی محنت سو فیصد امت کی طرف منتقل ہوئی کہ جو کام نبوت کا وہی کام امت کا تو جب آپ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے اس وقت آپؐ امت کو تین حکم دے کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں اور ان تینوں چیزوں کے اندر جناب رسول اللہؐ نے حقوق اللہ، حقوق العباد اور دعوت کی محنت۔ یہ تینوں چیزیں آپ نے امت کو سونپی ہیں۔

1. ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ''
2. ''وما ملکت ایمانکم''
3. وانفروا جیش اسامۃ''

یہ تین باتیں آپؐ سے ثابت ہیں، کہ آپؐ وفات کے وقت یہ تین باتیں فرما گئے۔

1. ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' نماز کو لازم قرار دے لو جس میں نماز نہیں اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ اس میں سارے حقوق اللہ آ گئے، کہ یہ حقوق اللہ کی جڑ اور بنیاد ہے۔

❷ ''وَمَا ملکت ایمانکم'' تمہارے ماتحت جو بھی ہے' کہ

تم حاکم ہو تو محکوم کی ذمہ داری تم پر

تم باپ ہو تو بچوں کی ذمہ داری تم پر

تم شوہر ہو تو بیوی کی ذمہ داری تم پر

تم امیر ہو تو جماعت کی ذمہ داری تم پر

تم استاد ہو تو شاگرد کی ذمہ داری تم پر

تم پیر ہو تو مریدوں کی ذمہ داری تم پر

جو بھی تمہارے ماتحت ہے' اس کا حق اور اس کا سب سے پہلا حق کیا ہے؟ کہ اس کو اللہ کی ذات سے جوڑنا جو اللہ کو نہیں پہچانے گا وہ کسی چیز کو بھی نہیں پہچان سکے گا۔

اب دو لفظوں میں یعنی الصلوٰۃ ___ الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ اور وماملکت ایمانکم نے اپنے تمام حقوق اللہ اور تمام حقوق العباد امت کو بتلا دیئے۔

❸ ''انفروجیش اسامہ'' حضرت اسامہ کے لشکر کی روانگی' جس کا جھنڈا آپؐ نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے باندھا تھا کہ میرے وفات سے متاثر ہو کر کہیں کام سے بیٹھ نہ جانا اس لیے اسامہ کے لشکر کو روانہ کر دو۔ آپؐ سکرات کی حالت میں آ ہیں اور پھر بھی آپؐ اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کا تقاضہ کر رہے ہیں۔

میرے دوستو' بزرگو! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ امت کو آپؐ ذمہ داری دے کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ کام کسی ایک جماعت کا نہیں ''کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ'' تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ میری نماز' میرا روزہ میرے اعمال صالحہ' یہ سب تو میں اپنی ذات سے کر ہی رہا ہوں' یہ عام بات امت میں پھیلی ہوئی ہیکہ میاں ہم تو نماز پڑھتے ہی ہیں۔

امت یوں سمجھ رہی ہے کہ یہ تبلیغ کا کام اس لیے ہے کہ جو نمازی نہیں ہے وہ نماز پڑھنے لگے۔ ارے یہ بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اگر تو اپنی نماز پڑھتا ہے تو تجھے بھی نماز کی حقیقت تب ہی ملے گی جب تو دوسروں کو انبیاءؑ اور صحابہؓ والی نماز کی دعوت دے گا۔

نماز کی حقیقت تک نماز کی دعوت سے پہنچے گا۔
کلمے کی حقیقت تک کلمے کی دعوت سے پہنچے گا۔
علم وذکر کی حقیقت تک اس کی دعوت سے پہنچے گا۔
اکرام' اخلاص اور دعوت کی حقیقت تک ان کی دعوت سے پہنچے گا۔

یہ انفرادی مسئلہ نہیں' بلکہ یہ اجتماعی مسئلہ ہے۔ آپؐ ایک امت بنا کر گئے ہیں حضورؐ نے کوئی فرقہ نہیں بنایا' کوئی جماعت نہیں بنائی۔ اب امت کا ایک ایک فرد چاہے یہ مسجد میں ہو' چاہے گھر میں ہو یا کارخانے میں ہو' نوکری کرتا ہو یا حکومت میں ہو' کہیں بھی ہو۔ بحیثیت امتی ہونے کے اس کے ذمے نبوت والا کام ہے۔

قرآن کو دیکھو'
قرآن کو سوچو'
اس میں غور کرو'
اس کی آیات میں تدبر کرو۔

اب تو ہم نے ترجمہ کر لیا اور اسی کو ہم نے کافی سمجھ لیا یا ایک آیت پڑھ لی۔

من یَعْبُدُ اللّٰہ عَلٰی حَرْفٍ ○

ہم تو اتنا قرآن سمجھیں گے بس۔ اپنے اپنے مطلب کا۔ میرے دوستو' ذرا ایک بات تو بتاؤ اتنے پر عمل کرنا کافی ہوگا کہ بھائی میں نے "لاتقربو الصلوٰۃ" پڑھ لیا کہ "نماز کے قریب مت جاؤ" کیونکہ قرآن میں آیا ہے کہ نماز کے قریب مت جاؤ اور

اگلی آیت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "نشے کی حالت میں" تو بتاؤ آدھی آیت پر عمل کرو گے کیوں بھائی، کہ ہم نے تو قرآن میں یوں پڑھا ہے "لاتقربو الصلوٰۃ" کہ نماز کے قریب مت جاؤ۔" بس اتنی آیت پر عمل کریں گے۔

اب پوری آیت پڑھو۔ "لا تقربو الصلوٰۃ وانتم السکریٰ"

صرف "لا تقربو الصلوٰۃ" پڑھ کر اس پر عمل کرنا "حرام" ہے۔ کوئی گنجائش نہیں ہے اس کی کہ اس آدھی آیت کا ترجمہ کر دیا جائے یا عمل کر لیا جائے۔ اسی طرح "والعصر" ہے۔

قرآن کیا کہہ رہا ہے؟ اس پر غور کرو آدھی آیت پڑھ لینے سے عمل نہیں بنتا۔ صرف قرآن کی آیت پڑھ لینے سے عمل نہیں بنتا بلکہ یہ دیکھو کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوا بِالْحَقِّ، وَتَوَا صَوْا بِالصَّبْرِ۔"

قسم ہے زمانے کی، ہر زمانے کا، ہر لائن کا، ہر انسان خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو چار کام کریں۔ ایمان، عمل صالحہ، تواصی بالحق تواصی بالصبر"

مفتی شفیع صاحب "مفتی اعظم" ان کی بہت مشہور تفسیر ہے "معارف القرآن" اس میں ساری امت کو "والعصر" میں جو ذمہ داری بتلا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ خسارے سے (نقصان) بچنے کا اور خسارے سے نکلنے کا، قرآن کا نسخہ چار چیزوں سے مرکب ہے، خسارے سے نکلنے کا یہ نسخہ قرآن کا نسخہ ہے، کسی حکیم کا نسخہ نہیں ہے۔ اصل علیم و حکیم ذات یعنی اللہ تعالیٰ خود یہ نسخہ بتلا رہے ہیں۔

1. ایمان
2. اعمال صالحہ

③ تواصی بالحق

④ تواصی بالصبر

یوں فرماتے ہیں جوان چاروں میں سے، تین پر عمل کرے یا دو پر عمل کرے یا کسی ایک پر عمل کرے تو وہ خسارے سے نہ نکلے گا، بلکہ چاروں کام کرنے والا خسارے سے نکلے گا، اور آگے یوں فرمایا کہ اس امت کے لیے صرف اپنی ذات کے بارے میں سوچنا، خسارے سے نکلنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہی نہیں اس سے آگے کی بات لکھی ہے۔ مفتی صاحبؒ نے اسے ذرا دھیان سے سنو۔

کہ جب اللہ تعالیٰ نے نجات حاصل کرنے کے لیے اور خسارے سے نکلنے کے لیے چار چیزیں بتلائی ہیں تو جو آدمی صرف اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کی فکر کرے اور دوسروں کو ایمان پر لانے اور اعمال پر لانے کی محنت نہ کرے تو صاف صاف لکھا ہے کہ اس آدمی نے اپنی نجات کا دروازہ بند کرلیا جو صرف اپنی ذات کی فکر کر رہا ہے، ساری امت کی فکر نہیں کر رہا، تو اس نے اپنی نجات کا دروازہ بند کرلیا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرمارہے ہیں، کہ چار کام کرنے والے ہی خسارے سے نکلیں گے۔

اس لیے میرے دوستو، یہ ایک محنت ہے، ایک مقصد ہے اور اس سب کے لیے ہم سب کا اکٹھا ہونا ہے تو جناب محمد الرسول اللہؐ نے یہ محنت صحابہ کرامؓ سے کروائی، اس محنت پر

وہ مدینے کا امن

وہ مدینے کا سکون

وہ مدینہ والوں کا معاشرہ اور اخلاق

وہ مدینہ والوں کا ایمان معرض وجود میں آیا

یہ جو صحابہ کرامؓ بنے ہیں تو وہ اس محنت سے بنے ہیں۔ اس لیے میرے دوستو' بزرگو! ایک مقصد ہے' یہ ایک کام ہے اور ایک محنت ہے جب ہم اپنے آپ کو اس محنت پر لائیں گے' تب سارا نظام عالم درست ہوگا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے امت دعوت کی محنت سے ہٹ کر فائدہ نہیں اٹھا سکتی تو اللہ کے خزانے سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہ راستہ ہے۔ نبیوں والا راستہ' کہ انبیاء والے کام کو ہم اپنا کام بنا کر چلیں اور اس کام کی اب ذمہ داری اپنے اوپر لیں۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ یوں فرماتے تھے کہ اگر امت دعوت کی محنت پر آجائے اور امت اس کام کو اپنا کام بنالے تو اللہ تعالیٰ کی جو نصرتیں صحابہؓ کے ساتھ ہوئی ہیں وہی نصرتیں اس وقت اس امت کی ہونگی بلکہ اس سے پچاس گنا زیادہ اجر ملے گا اور پچاس گنا زیادہ نصرتیں ہونگی لیکن شرط یہ ہے کہ ہم آج اپنی محنت کے رخ کو صحیح کریں'

ہم نے جس لائن سے محنت کا میدان قائم کیا ہوا ہے۔ ذرا بیٹھ کر سوچیں کہ کیا یہی انبیاء علیہم السلام کی محنت کا میدان تھا جو ہم کر رہے ہیں یا ان کی محنت کا میدان کوئی اور تھا۔ اسے سوچیں اور سوچ کر اپنی محنت کے رخ کو بدلیں۔ محنت کے رخ کو بدلنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے اپنی ذمہ داری کا اپنے اندر احساس پیدا کرنا ہے' کہ

میں دنیا میں کیوں بھیجا گیا تھا

میرا دنیا میں آنے کا کیا مقصد تھا؟

مجھے خلافت کا تاج کیوں پہنایا گیا تھا؟

اللہ نے میرے اندر کیا رکھا ہے؟

یہ سب سوچ کر پھر اپنی محنت کے رخ کو بدلنا

اور اپنی محنت کے میدان کو بدلنا۔

اللہ تعالیٰ سب سے پہلے جو اس محنت پر ہمیں کر کے دکھلائیں گے وہ دنیا کا چین اور سکون دے کر دکھلائیں گے۔ آج امت ''حیات طیبہ'' سے محروم ہے' کہ ہر ایک چاہتا ہے کہ خوشگوار زندگی گزاروں لیکن جس کے کندھے پر ہاتھ رکھو گے وہی پریشان ملے گا' ہر ایک اپنے مسائل میں الجھا ہوا۔

کوئی ضدار	کوئی بیمار
کسی کا مقدمہ	کسی کی زمین'
کسی کا مکان	کسی کی دکان

ہر ایک کسی نہ کسی مسئلے میں الجھا ہوا ہے لیکن محنت وہی غلط راستے کی ہو رہی ہے۔ حالات کو حالات سے بدلنے کے چکر میں' اور حالات کو حالات سے بنانے کے چکر میں یہ سب بے چارہ اپنی محنت کو بڑھائے چلا جا رہا ہے۔ اتنا قابل رحم ہے اور اتنا قابل ترس ہے یہ انسان کہ ایک ایک کو پکڑ کر جناب رسول اللہؐ نے اس کے مسائل کے حل کے لیے مسجد والا بنایا تھا کہ تیرے مسائل کا حل اعمال ہیں لیکن یہ مسجد کی محنت سے تو ایسا بھاگا کہ گویا اس محنت سے اس کے مسئلے کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے کہ چلو دکانوں پر اور چلو کارخانوں میں اور چلو کھیتوں میں وہاں مسائل حل ہوں گے۔

میرے دوستو بزرگو! امت کی جہاں محنت لگ رہی ہے' وہ مسائل کے پیدا ہونے کا راستہ ہے اور جہاں امت کی محنت نہیں لگ رہی ہے' وہ مسائل کے حل ہونے کا راستہ ہے۔ انبیاء کا راستہ مسائل کے حل کا راستہ ہے' اور انبیاء کے خلاف جو محنت کا راستہ ہے وہ راستہ مسائل کے پیدا ہونے کا راستہ ہے۔ اس لیے آج مسائل حل نہیں ہو رہے ہیں' بلکہ مسائل اور کھڑے ہو رہے ہیں مسائل اور بڑھ رہے ہیں۔ آپ حاکموں سے پوچھیں' اور تاجروں سے پوچھیں جو مسائل کل تھے کیا وہ آج کے دن حل ہو گئے ہیں یا جتنے مسائل کل تھے ان میں اضافہ ہوا ہے۔

جتنی چاہے دوائیں بناؤ'

جتنے چاہے' ہتھیار بناؤ'

جو چاہے کرو' چیزوں پر نہ کبھی اللہ نے فیصلہ کیا ہے نہ کبھی کریں گے۔ اس لیے میرے عزیزو دوستو اور بزرگو! ایک قربانی کی وہ سطح ہے جس پر اللہ رب العزت نے تبدیلی کے وعدے فرمائے اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ان قربانیوں پر تبدیلیاں مشاہدے میں آئیں۔ ایک قربانی کی وہ سطح ہے جسے ہم اپنے لیے طے کرلیں۔ حضورؐ وصحابہ کرامؓ جس طرح اعمال میں نمونہ ہیں۔ اسی طرح وہ نمونہ ہیں حقیقت کو پانے کی محنت میں بھی اور وہ قربانی کی سطح متعین ہے' جو قربانی کی سطح داعی کی ہونی چاہیے۔ اس قربانی کی سطح تک پہنچانے کے لیے یہ دعوت کی محنت ہورہی ہے کہ محنت کر کے ایک مجموعہ اس قربانی کی سطح کا آجائے' جس پر رکھ کر اللہ رب العزت عالم کی ہدایت کا فیصلہ فرمادیں۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! ایک تو اس کام کو عمل سمجھنا۔ دوسری طرف اس کام میں بصیرت کا تقاضہ کیا ہے؟ اس کام پر بصیرت کا تقاضہ یہ ہے' کہ اس کام کو سوائے نبوت والے کام کے اور وجہ سے نہ کیا جائے'

"اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ"

کا یہ تقاضہ ہے' کہ جس بصیرت پر میں ہوں' اسی بصیرت پر میرا اتباع کرنے والا ہو۔

"اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ" جس طرح ایمان والوں کے لیے بھی کو نبی یقین کرنا ضروری ہے' اسی طرح نبی کو بھی اس کا حکم ہے کہ وہ اپنے کو نبی ہونے کا یقین رکھے کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ اس بصیرت کے بغیر استقامت نہیں ہوتی' وجہ عمل کیا ہے' کیوں کررہے ہو؟ سب کررہے ہیں' اس لیے کررہا ہوں یا یہ کہ میں نے ذاتی طور پر اس کام میں کچھ نفع محسوس کیا۔

میرے دوستو عزیز و بزرگو! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

اس کام کو چاہے کوئی نہ کرے بلکہ

چاہے ہر ایک اس کام کی مخالفت کرے'

تب بھی ہمیں اس کام پر پوری استقامت ہونی چاہیئے۔ یہ بصیرت کا تقاضہ ہے' کہ کسی کے اس کام کو نہ کرنے سے میرے اپنے اندر کام کے بارے میں کوئی شک نہ ہو۔ یہ کام شک پر نہیں چل سکتا' کیوں کہ شک پر استقامت نہیں ہوتی۔ اسی لیے قربانی کی اعلیٰ سطح تک وہ پہنچیں گے' جو اس کام پر بصیرت سے چلے گا کہ کام پر جو وعدے ہیں اللہ کی طرف سے ان وعدوں کے پورا ہونے کا یقین اسے بصیرت کہتے ہیں۔

میرے دوستو! اگر یہ یقین نہیں ہوگا' تو نہ معلوم کاروباری آدمی کو کتنے تقاضے ایسے پیش آتے ہیں' جو انہیں الاکر ایسے حالات میں کھڑا کرتے ہیں کہ پھر یہ کہہ دیتا ہے کہ ان حالات میں کام نہیں ہوسکتا۔

میرے دوستو! ایک ہے اس کام کو عمل سمجھنا' دیکھو اس کام پر اللہ کی طرف سے جو کچھ ملنے والا ہے' دوستو! وہ مقصود نہیں ہے۔ وہ سب تمام کا تمام اللہ کی طرف سے موعود ہے' اللہ کی طرف سے اس کے ملنے کا وعدہ ہے جو موعود کے لیے کرتا ہے' اس کی نگاہ موعود پر ہونے کی وجہ سے مقصود سے ہٹ جاتی ہے پھر وہ اپنے عمل کو وعدوں کے بقدر جتنے کی اس کے اندر چاہت ہوگی' اتنا عمل کرلے گا لیکن مقصد کو پورا کرنے پر وعدے پورے ہوتے ہیں' اس سے اس کی نیت ہٹ جائے گی۔

میں اس کی مثال بھی عرض کردوں' اگر دعوت کے کام کو اس نے عمل سمجھا ہے تو جیسے دو رکعت نماز جس میں ایک رکعت میں "لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" یہ دو رکعت اس نے پڑھی بہت مختصر قرات کی لیکن یہ عمل نماز کا مکمل ہوگیا۔ اس کی نماز پوری اور ٹھیک ہوگئی۔

لیکن اگر کام کو یعنی اس محنت کو اس نے مختصر کر دیا عمل سمجھ کر، تو اسی طرح
مختصر گشت ہوں گے،
مختصر تعلیم ہوگی۔
مختصر ملاقاتیں ہوں گی،
مختصر نکلنا ہوگا۔

یہاں تک کہ پوری محنت عمل بن کر رخصت پر آ جائے گی اور عظیمت جو دعوت کے ساتھ ہے، وہ ختم ہو جائے گی اور اعمال دعوت جو محنت کا نام ہے یعنی دعوت کے تقاضے، وہ محنت سے عمل کی طرف آ کر پھر اس میں رخصت تلاش کی جانے لگے گی،

اس لیے کہ رخصت اعمال کے ساتھ ہے۔ روزے دار کو سفر میں روزے کی رخصت ہے اور اسی طرح اعمال کے ساتھ فتوے کے اعتبار سے رخصت ہی رخصت ہے۔

اگر یہ محنت عمل سمجھ کر ہو رہی ہے تو اس میں رخصتیں ہم تلاش کریں گے، سہ روزہ میں، تعلیم میں گشت میں اڑھائی گھنٹے میں، سالانہ نکلنے میں ہم رخصتیں تلاش کر لیں گے۔ اگر میرے دوستو، دعوت آئے عظیمت پر تو اعمال میں سہولتیں ملیں گی۔

کہ دعوت کے تقاضے پر نکلے اور عمل کا وقت آ گیا تو پھر عمل کو آسان کر دیا گیا کہ جماعت کی نماز دو جماعتوں میں تقسیم کر دی گئی ہاں، دعوت کے تقاضے پر صلوٰۃ الخوف ملی ہے کہ ایک جماعت دشمن کے مقابلے پر رہے اور ایک جماعت نماز ادا کرے، پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلے میں جائے اور مقابلے سے ہٹ کر نماز ادا کرے۔ نماز ایک ہی ہے، نماز کو نہیں تقسیم کیا ہے لیکن نمازیوں کو تقسیم کر دیا۔ یہ بھی نہیں کہ جنگ کا وقت آ گیا ہے تو نماز چھوڑ دو یا نماز کا وقت آ گیا ہے تو دعوت کا تقاضہ چھوڑ دو، ایسا نہیں

بلکہ دعوت کے تقاضے کی وجہ سے اگر عمل کا وقت آ گیا تو اس عمل میں تبدیلی کی اور اس عمل کو آسان کر دیا کہ صلوٰۃ الخوف دعوت کے تقاضے پر آئی ہے۔ جو اعمال کو زندہ کرنے والی محنت کریں گے ہم اعمال ان کے لیے آسان کریں گے۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! اصل میں ایک سطح ہے داعی کی اور ایک سطح ہے مدعو کی۔ ہر سال چار ماہ لگانے والے اس کے ساتھ اپنی مسجد میں وقت بھی دیتے ہیں' یہ وہ سطح ہے جو امت کو اس کام پر لانے کی محنت کر رہی ہے لیکن ایک سطح مدعو کی ہوتی ہے کہ وہ اپنی استعداد کے بقدر کچھ وقت دے دے گا۔ خود کام کرنے والے کچھ وقت دیں' یہ داعی کی سطح نہیں ہے' یہ تو مدعو کی سطح ہے۔

حضورؐ اپنی والی سطح کے داعی ہیں۔ جیسے تاجر اپنی سطح کا داعی ہوتا ہے کہ تاجر کی اپنی سطح ہے اور گاہک کی اپنی سطح ہے تو تاجر اپنی سطح پر جما رہتا ہے کہ یہ چیز اتنے روپیہ کی ہے' اور گاہک کا تقاضہ یہ ہے کہ تاجر کچھ کم کرے۔

یہ خلاصہ ہے تجارت کا۔ اگر داعی مدعو کی سطح پر اتر آئے تو یہ ایسا ہے کہ تاجر گاہک کی سطح پر اتر آیا اب تاجر کا نقصان ہو جائے گا۔

میرے دوستو! اللہ کے یہاں جو ایمان مطلوب ہے' اللہ وہ ایمان لانے کا حکم قرآن میں دے رہے ہیں۔

"اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ"

اور جو نماز کی حقیقت حضورؐ معراج میں عرش سے لے کر آئے ہیں آپؐ اس نماز کے داعی ہیں' تو یہ داعی کی سطح ہے۔

میرے دوستو' عزیزو و بزرگو! قربانیوں کی اس اعلیٰ سطح پر آنے کے لیے دعوت دی جا رہی ہے اور اس پر امت کو لانے کے لیے یہ دعوت دی جا رہی ہے کہ قربانیوں کی ان اعلیٰ سطح پر آیا جائے جس سطح کو اللہ رب العزت ایک مجموعے پر رکھ کے عالم کی ہدایت فیصلہ فرما دیں۔

لیکن خواہشات کے راستے سے نہ کبھی دعوت کا اثر مدعو پر ہوا ہے نہ کبھی دعوت اثر کرے گی اور ملک و مال کے راستے سے نہ کبھی ایسا ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔

اگر ذرا سا غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر نبی اسباب سے خالی کر کے بھیجے گئے، جن نبیوں کے پاس اسباب تھے لیکن جب انہیں کام سپرد کیا گیا تو اسباب سارے ان سے لے لیے گئے۔

اب ملکوں کے تقاضے اس پر ڈالے جاتے ہیں، جن کے پاس اسباب ہوں اور جن کے پاس باہر جانے کے اسباب نہیں ہیں، ویسے لوگوں کے سامنے تقاضے بالکل نہ ڈالنا وہ بے چارے تقاضے پورا نہ کرسکیں گے۔

یہ سوچ ہے، ہم کام کرنے والوں کی۔

یہ بات وہاں مدینہ منورہ میں نہیں تھی صحابہ میں یہ بات نہیں تھی۔ اس لیے کہ ہر نبی اسباب سے خالی کر کے بھیجے جاتے تھے اور ابتداء سے نبیوں کی محنت بغیر اسباب کے اور ابتداء سے جو لوگ نبیوں کے ساتھ لگائے گئے ان کی بھی اکثریت اسباب سے خالی۔

فقراء

مساکین اور

اجنبی

یہ بات نہیں ہے کہ اسباب نہیں ہیں اگر اسباب ہوں گے تو کام ہوگا بلکہ اللہ رب العزت دعوت کے اسباب دعوت کی قربانیوں سے پیدا فرماتے ہیں۔ دعوت کی قربانیوں پر اللہ رب العزت غیبی اسباب سامنے لاتے ہیں اور جب دعوت کے لیے مادی اسباب متعین کر لیے جاتے ہیں، تو پھر غیبی اسباب کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ جب آدمی یوں کہتا ہے کہ اس سبب سے میں یہ کرلوں گا تو اللہ رب العزت اس کام کو اس آدمی کے سپرد کر دیتے ہیں، کہ تو سبب سے کر کے دکھلا۔

میرے دوستو، بزرگو! ایک بات تو یہ ہے کہ کام کرنے والوں میں اس بات کا یقین ہو کہ اس کام پر جو کچھ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہوا ہے وہی کچھ ان کے ساتھ ہوگا اس لیے

کہ مولانا یوسف صاحبؒ یہ فرماتے تھے کہ اس امت کی صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں پچاس گنا زیادہ مدد اور نصرت ہوگی' بشرطیکہ کم سے کم اس سطح پر آنے کے لیے اس کے عزائم اور ارادے تو ہوں۔

ایک بات یہ آ گئی کہ جب تقاضہ اپنے ارادے سے زیادہ کا آیا تو فوراً یہ خیال آتا ہے' کہ اللہ رب العزت نے قرآن میں فرمایا ہے "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا" تو اپنے آپ کو اس آیت کا غیر مکلف سمجھ لیا کہ اس سے زیادہ کی میرے اندر استعداد نہیں ہے حالانکہ اس آیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے تیرے اندر جو استعداد رکھی ہے اور صلاحیت رکھی ہے' تو میں نے اس سے زیادہ کا تجھے مکلف نہیں کیا' یہ نہیں کہ جس چیز کو تیرا دل نہ چاہے تو تو کہے کہ اللہ نے مجھے اس کا مکلف نہیں کیا' بلکہ آگے اس پر اللہ سے معافی مانگ رہا ہو۔

"لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا"

کہ اے اللہ تو نے جو مجھے صلاحیتیں اور استعداد دی تھی میں ان کو تیرے حکموں کے مطابق استعمال نہ کر سکا' اس پر تو میری پکڑ نہ فرما۔

اس لیے کہ اللہ رب العزت نے صلاحیتوں سے زیادہ ان لوگوں پر بوجھ نہ ڈالا' جن کو جتنا کرنے کے لیے کہا گیا تھا انہوں نے اتنا نہیں کیا تو ان قوموں کو اللہ نے آزمائشوں میں ڈالا' تو جس کو جتنا کرنے کے لیے دیا گیا ہے اگر وہ اتنا نہ کریں تو اس کے کام میں اللہ آزمائشوں کو ڈال دیتے ہیں۔

بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ایک گائے ذبح کر دو' جب وہ اس کے سوالات میں پڑے یعنی جو آدمی سختی کرے اس کے لیے معاملہ سخت کر دیا جائے گا' یہ اب اس کی آزمائش ہے۔

میرے دوستو' بزرگو! یہ صلاحیتیں کہاں لگ رہی ہیں؟...... اور غور کیا جائے تو اسباب کے یقین کی وجہ سے سارے کے سارے مسلمانوں کی صلاحیتیں

وہ اس راستے پر لگ رہی ہیں، جس کا انسان ذمہ دار نہیں ہے۔ وہاں امت کی صلاحیتیں لگ رہی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح ہیں، ان کی صلاحیتوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے یہ نبوت کا کام ہے۔ آپؐ نے ہر امتی کی صلاحیت کو ٹھکانے لگایا ہے، وہ کیسے، کہ ان کو کام دیا۔ ابو ہریرہؓ یہ سب سے بڑے فاقہ کش تھے سب سے زیادہ بھوکے رہنے والے لیکن سب سے بڑے محدث بنے ہیں پھر ایک ایک فرد سے مجموعے کو اٹھوایا، ایک ایک فرد سے قبیلے کو اٹھوایا۔

میرے دوستو! آدم سازی دین کا سب سے بڑا شعبہ ہے کام کرنے والے آدمی بنانا یہ سب سے بڑا شعبہ ہے اسلام میں

مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ پانی پلانا بیشک نیکی ہے، کہ ایک شخص پانی پلا رہا ہے یہ نیکی کا کام کر رہا ہے اور قربانی بھی دے رہا ہے کہ اپنے پاس سے برف کے لیے پیسے بھی لگائے گا، پانی بھی لے کر بٹھائے گا، ٹیبل بھی لگائے گا لیکن یوں فرماتے تھے کہ جو لوگوں کو پانی پلانے پر آمادہ کر رہا ہے وہ نیکیوں میں پانی پلانے والے سے بڑھا ہوا ہے۔ خود پانی تو نہیں پلا رہا لیکن لوگوں کو پانی پلانے کی ترغیب دے رہا ہے۔ حضورؐ نے ایک ایک سے پورے قبیلے کو اٹھوایا ہے۔ میرے دوستو! عزیز و بزرگو۔ ہماری ذمہ داری جس طرح انفرادی اعمال سے پوری نہیں ہوتی، اسی طرح دعوت کے اعمال بھی انفرادی کر لینے سے ذمہ داری پوری نہیں ہوتی، جس طرح ہر عمل پر ہر امتی کو لانا اس کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اعمال دعوت پر ہر امتی کو لانا یہ امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کام کرنے والوں ہی کے کام کرنے سے کام زندہ ہوگا، بغیر تکلیف، یعنی خود تکلیف اٹھائے بغیر ترغیب موثر نہیں ہوتی، حضورؐ کو ایک ایسا اصول اللہ نے بتایا ہوا ہے کہ نبی جی آپ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال لیجے اور ان کو ترغیب دیجیے "لاتکلف الا نفسک وحرض المؤمنین."

میرے دوستو! ایک بہت بڑا مجمع وہ ہے عوام کا جو اس کام کو حق جانتا ہے اس کو حق سمجھتا ہے' لیکن جب کام کے تقاضوں کا وقت آتا ہے تو اس میں وہ کام کرنے والوں کی سطح کو دیکھتا ہے کہ کام کرنے والے کس سطح پر ہیں۔ اس سطح کو دیکھ کر وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرتا ہے۔

دیکھو! بات اور قول کے اعتبار سے جتنی چاہے آپ لوگ ترغیب دے دو' لیکن جب خود کام کرنے کا وقت آئے گا تو جو دوسروں کو کام کی ترغیب دے رہا تھا وہ اسباب کے یقین کی وجہ سے خود کام کے تقاضوں سے اپنے ہاتھ کھینچ لے گا۔

میرے دوستو! ایک بہت بڑا طبقہ ہے جو قربانیوں کے ساتھ کام کو لے کر چل سکتا ہے مگر اس میں ہم تقاضے پورے نہ کرنے کی وجہ سے روڑا بنے ہوئے ہیں' ہم ایک طبقے میں قربانیاں نہ بڑھانے کی وجہ سے ان کا روڑا بنے ہوئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے گا تو نہ جانے کتنے ایسے ملیں گے جو کام پر نہیں جمے ہیں' ان کے لیے یہی چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے' کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی اس کام میں جب لگتا ہے تو شروع میں صرف کام ہی اس کے سامنے ہوتا ہے۔

مجھ سے ایک صاحب کہنے لگے کہ جب میں اس کام میں لگا مولانا یوسفؒ کے زمانے میں چار ماہ پیدل لگائے اس وقت عجیب کیفیت تھی تعلیم کی اور گشت کی کیا بات ہے کہ ابتداء میں عجیب کیفیت کے ساتھ آدمی کام میں چلتا ہے اور پھر ہر دعوت کے عمل میں ہلکا پن آنے لگتا ہے۔

میرے دوستو! ایک ہوتی ہے عبادت' اور ایک ہوتی ہے عادت۔ عادت' عبادت تک پہنچانے کا سبب ہے اور یہ عادت پر رہا تو یہ عبادت تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کام میں ابتداء میں سب کچھ ہوتا ہے پھر جتنا آگے بڑھتے گئے اور اللہ مجھے معاف فرمائے کہ جتنی جتنی ذمہ داریاں بڑھتی گئیں' اس میں اعمال دعوت کا استخفاف اور ہلکا پن آتا گیا جو ابتداء میں کیا کرتے تھے۔ وہ اب مشکل نظر آتا ہے۔

میرے دوستو' عزیزو' بزرگو! ایک ہے اس کام میں انتظامی لائن اور انتظامی لائن کی چیزیں' یہ انتظام اور اس کا مشورہ جب ہے' جب کام ہے اگر کام نہیں ہے تو مشورہ میں کام کے کیا امور رکھیں گے سوائے انتظام کے' اگر کام نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے۔

میرے دوستو! یہ مقامی کام دیکھو ایک ہوتا ہے اس کام سے نسبت' نسبت اسے بھی حاصل ہے جو کبھی کبھی سہ روزہ لگا دیتا ہے اور اس کو بھی نسبت حاصل ہے جس کا کبھی کوئی وقت نہیں لگا کام کو بس بھلا کام سمجھتا ہے۔ ایک وہ جو چار ماہ لگائے ہوئے ہے' ایک بہت بڑا طبقہ جو وقت لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔

مجھ سے ایک صاحب کہنے لگے کہ اللہ کے فضل سے کام تو ہو رہا ہے' لیکن جو طبقہ کام کر کے بیٹھ رہا ہے' اس کا کیا کریں۔ کسی نے کہا مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے کہ حضرت اس پر تعجب ہوتا ہے کہ ایک آدمی بیس سال تیس سال اس کام میں چلنے کے بعد بیٹھ جاتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس پر تو کوئی اتنا تعجب نہیں ہے' اس سے زیادہ تعجب اس پر ہے کہ لوگ اغراض کے ساتھ بھی اس کام میں چل رہے ہیں۔

تو وہ آدمی مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ ایک آدمی اس کام میں لگنے کے بعد کیوں بیٹھ جاتا ہے اور اس کام میں لگنے کے بعد دوسرے کام میں کیوں چلا جاتا ہے۔

تو میں نے اس سے عرض کیا کہ بھائی دیکھو انہیں اس کام سے نسبت ہوئی تھی مناسبت نہیں ہوئی تھی کہ لوگ یوں کہیں کہ یہ آدمی وقت لگائے ہوئے ہے لیکن اس نے تو ذاتی طور پر کام کو اپنا کام نہ بنایا' بس نسبت ہے۔

دیکھو' صرف نسبت سے کام نہیں چلتا مناسبت سے کام چلتا ہے۔ اس لیے بصیرت کے بقدر اس کام پر استعمال ہوگا' تو ٹھیک چلتا رہے گا ورنہ طبیعتوں میں اعمال دعوت کا ہلکا پن آئے گا۔

میرے دوستو! یہ تو ابتدائی کام ہے، مگر کسی مسجد سے کسی ساتھی کے اگلے تقاضے پر جانے کے بارے میں بھی ہم لوگ یوں سوچتے ہیں کہ یہ آدمی جب اگلے تقاضے پر جائے گا تو اس مسجد کا کیا ہوگا۔

اصل میں قربانیوں کی جس سطح پر ہمیں پہنچنا ہے، ہم اس سطح کی دعوت دینے سے گھبراتے ہیں۔

کیوں؟ اس لیے کہ ہم دعوت دے رہے ہیں امت کی سطح کو دیکھ کر۔

میرے دوستو! امت کی سطح کو دیکھ کر دعوت نہیں ہے بلکہ دعوت کی سطح تو حضور کی سطح متعین ہے۔ اس تک پہنچنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ جیسا ماحول ہو ویسے دعوت دیجیے بلکہ اس تک پہنچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سطح کی دعوت دو جس منزل پر پہنچنا ہے۔ داعی اگر اپنی دعوت میں اپنی سطح سے نیچے اتر جائے تو میرے دوستو! انتہائی نقصان اور انتہائی انحطاط کا راستہ ہے، کہ وہ نیچے اتر رہا ہے۔

دعوت پوری دی جائے پوری دعوت دیں گے ابتداء میں ایک تہائی عمل ہوگا پھر پوری دعوت دیں گے تو کام اور آگے بڑھے گا لیکن اگر اس کے عمل کی سطح پر دعوت آئی تو پھر یہ بھی ہو جائے گا۔

کہ کام کرنے والوں میں دو طبقے ہو جائیں گے،

ایک طبقہ تو اتنی دعوت کا عادی ہو جائے گا جتنی کی امت میں استعداد ہے اور دوسرا طبقہ یہ کہے گا کہ نہیں یوں کرو۔ یہاں سے محنت کے دو رخ بنیں گے۔

میرے دوستو، بزرگو! اس لیے عرض یہ ہے کہ ہم پوری اعلیٰ سطح کی دعوت دیں

دعوت دینے میں ذرہ برابر اسباب کا

یا جس کو دعوت دے رہے ہیں اس کا

یا اللہ کے کسی غیر کا تاثر اپنے اندر لے کر دعوت نہ دیں۔

اپنے اندر اگر اللہ کے غیر کے تاثر سے دعوت دے رہا ہے تو اس کی دعوت کی سطح وہیں گر گئی اور اللہ کی غیبی مددیں وہیں اٹھ گئیں' اس لیے کہ اللہ کے غیر کے تاثر سے اللہ کی غیبی نصرتوں کا دروازہ وہیں بند ہو جاتا ہے۔

ہم یہ سوچتے ہیں کہ ابھی تو اس کو دعوت اتنے کی دے دو' جب یہ ساتھ جڑ جائے گا تو پھر آگے کی دعوت دیں گے' یہ تو پہلی دعوت پر قربانیوں کا بھاؤ طے کر لے گا' قربانی کی سطح طے کر لے گا۔ میں یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ ہر ایک نے اپنی تجارت اپنے گھر اپنی ملازمت اپنی ساری دنیاوی مشغولیتیں جو اس کی ہیں' اس کے اعتبار سے ہر ایک نے کام کو اپنے دنیاوی کاموں کے ساتھ سیٹ کر رکھا ہے۔

میرے دوستو جب دنیاوی تقاضوں کی وجہ سے دعوت کے تقاضے آگے پیچھے کیے جانے لگیں تو مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجاہدہ ناقص اور اس ناقص مجاہدے کے اثرات بھی ناقص ہی مرتب ہوں گے۔ یہ وقت کی پابندی اپنی طبیعتوں کو بدلنے کے لیے ہے پھر ایک طبقہ اس ابتدائی محنت سے وہ وجود میں آئے گا کہ اس طبقے پر جب جس وقت دن میں یا رات میں تقاضا ڈال دو وہ تقاضے پورے کرے گا لیکن جو طبقہ اپنے کام کے ساتھ دعوت کو ملا کر جیسے کیسے ترتیب دے دے تو یہ بھی وہ طبقہ ہوگا جو ابھی دعوت پر نہیں آیا' پھر جن کے دعوت کے تقاضے ان کے دنیاوی تقاضوں سے مغلوب ہیں' یہ بھی عوام الناس ہیں اور یہ بھی مدعو کی سطح ہے۔

کیوں کہ ہر مسجد کا ایک مجمع ہوتا ہے اور ہر مسجد کا ایک عملہ ہوتا ہے۔

ابھی تو مسجد کے عملے کے سہ روزہ'

مسجد کے عملے کی تعلیم

مسجد کے عملے کے چار مہینے

مسجد کے عملے کے گشت

جن چند ساتھیوں پر ذمہ داری ہے، جو ذمہ دار ہیں اور پوری امت کو اس محنت پر لانے کی نیت کیے ہوئے ہیں ابھی تو ان پر محنت ہو رہی ہے کہ تم تو سہ روزہ لگاؤ' تم تو دو گشت کی پابندی کرو' تم تو اڑھائی گھنٹے لگاؤ۔ دوسری طرف مسجد کا مجمع ہے جسے ان اعمال پر لانا ہے تاکہ وہ نبوت والی محنت پر آ جائے۔

میرے دوستو عزیزو بزرگو! جس طرح نماز کی صفیں ہوتی ہیں' اسی طرح کام کرنے والوں کی بھی صفیں ہوتی ہیں۔ ایک پچھلی صف میں آدمی آتا ہے' آخری رکعت میں آ کر شامل ہوتا ہے اپنی تین رکعات پوری کر کے واپس چلا جاتا ہے' ایک امام کی سطح ہے' ایک امام کے پیچھے والی صف کی سطح ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ' تم میں جو عقلمند اور سمجھدار ہیں وہ میرے پیچھے کھڑے ہوں۔

کیا بات ہے؟ بات یہ ہے کہ اگر کسی موقع پر کوئی تقاضہ تم سے متعلق آ گیا تو امام بولے گا نہیں صرف اشارہ کرے گا انگلی سے اور اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک آدمی کو پیچھے سے اپنی جگہ بلا کر کھڑا کر دے گا۔

میرے دوستو وہ طبقہ کہاں ہے؟

حضورؐ نے ایسے کام کرنے والے آدمی بنائے کہ آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے پر' دیکھو' آپ کا وقت تمام نبیوں کے مقابلے میں سب سے کم' کہاں ۹۵۰ سال نوح علیہ السلام کے کہاں ۲۳ سال حضورؐ کے لیکن اس ۲۳ سال میں آپ نے وہ عملہ تیار کیا کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے پر کام کا رائی کے دانے کے برابر بھی نقصان نہ ہوا اتنا بھی نقصان نہ ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینا تو دور کی بات ہے' زکوٰۃ میں دی جانے والی رسی اگر اس کو بھی کوئی دینے سے انکار کرے گا'

اس کے لیے ترغیب دینے والے نہیں'

فتویٰ دینے والے نہیں

اس کے لیے قتال کرنے والے موجود ہیں۔

یہ کب ہوتا ہے؟

یہ جب ہوتا ہے جب ہر کام کرنے والا' ہر ساتھی کو اس سطح پر لانے کی محنت کرتا ہے جو سطح اللہ کے یہاں مطلوب ہے۔ تب وہ عملہ وجود میں آتا ہے جو نبوت کے بعد نبی کے کام کو سنبھال لیتا ہے۔

آپؐ نے ہر استعداد کا آدمی تیار کیا' یہاں تک کہ ایسا بھی آدمی تیار کیا کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ کے اندر نبی والی استعداد پیدا فرمائی' جس کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں اور جو عمرؓ چاہتے ہیں اللہ کی طرف سے اس کا حکم آ جاتا ہے۔

میرے دوستو' یہ اگلی صف والے جب بنتے ہیں' جب ان کی قربانیاں اتنی ہو جائیں کہ یہ امام ہونے کی سطح پر آ جائیں' کہ امام کو جب کوئی ضرورت پیش آ جائے یا اس کا وضو جا رہا ہے یا کوئی عذر پیش آ جائے تو وہ زبان سے بولے بغیر اشارے سے اتنی جلدی پیچھے والے آدمی کو آگے کرتا ہے اور جہاں سے امام نے عمل کو چھوڑا ہے وہ وہیں سے شروع کر دیتا ہے' یعنی اتنا بھی فاصلہ نہیں ہوتا کہ امام کا کوئی عمل چھوٹ جائے'

حضورؐ کا حضرت اسامہؓ کے لشکر کو بھی روانہ کرنے کا یہی مطلب تھا کہ ہم جا رہے ہیں لیکن اسامہؓ کے لشکر کو اتنی بھی دیر نہ ہو کہ جس سے نبوت سے امت کی طرف کام کے آنے میں کوئی فاصلہ ہو جائے۔

میرے دوستو' اس تقاضے کے آدمی بنانا اور آدمی بنا کرتے ہیں قربانیوں سے۔ اس کام میں ہر ایک اپنی اپنی قربانی کے بقدر آگے بڑھتا ہے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے ہر آدمی کا انتخاب اس کی نیت اور طلب پر ہوتا ہے۔

میرے دوستو' کوئی کسی کو اس کام کو کرتا ہوا دیکھ کر خود کام کرنے لگے تو اس آدمی کو ابھی سمجھ لینا چاہیے کہ اس آدمی کے بعد میں کام میں نہیں رہ پاؤں گا اس لیے کہ حضرت

ابو بکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ یہی تھا' کہ جو لگے ہوئے تھے محمدؐ کی وجہ سے اپنا معبود ان کو بنا کر' وہ تو یہ سوچ لے کہ بھائی ان کا تو معبود ختم ہوگیا اور جو اللہ کے لیے لگا ہوگا اسے استقامت حاصل ہوگی لیکن اللہ رب العزت کی طرف سے انتخاب ہوتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مشورے والے جس کو آگے بڑھا دیں جس کو چاہے پیچھے کر دیں' کیا مشورے والے کر سکتے ہیں ایسا؟ اسی لیے شکایتیں بھی ہوتی ہیں کہ فلاں کو فلاں آگے بڑھا رہا' نہیں دوستو جو بھی تقاضے آتے ہیں چاہے مسجد کی جماعت پر چاہے مشورے کی جماعت پر' وہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں' مشورے والے تو ان تقاضوں کو تقاضے والوں تک پہنچانے کا صرف سبب ہیں۔

جیسے برتن میں دودھ لانا تو دودھ کے لانے کا سبب یہ برتن ہے ورنہ دودھ تو تھنوں میں اللہ کے خزانے سے آیا۔

دعوت کے تقاضے اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان تقاضوں کے پورا کرنے والے منتخب کیے جاتے ہیں۔ اللہ ہی جانتے ہیں کہ کام کس سے لینا ہے' بس ہم اپنے آپ کو قربانیوں کے لیے تیار رکھیں اخلاص کے ساتھ' ''نہ تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تم کون ہو اور ہم کسی کے تھکنے کو بھی نہیں دیکھتے'' کہ یہ آدمی اپنے آپ کو کام میں کتنا تھکا رہا ہے۔

ایک آدمی نے دعوت کی خوب محنت کی اور صحابہ کرامؓ اس کی محنت سے متاثر ہو کر کہنے لگے کہ یارسول اللہ! فلاں نے تو کام پر اپنی جان لگا دی' آپ نے فرمایا! تم لوگ تو کہہ رہے ہو فلاں آدمی نے اپنی جان لگا دی اور میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ہے کہ اس نے ایک کرتا چرایا مالِ غنیمت میں سے اس وجہ سے اس کو جہنم میں دیکھا ہے۔

میرے دوستو! صرف بھاگ دوڑ نہیں ہے' بلکہ اپنے اندر کے اخلاص سے اپنے آپ کو اللہ کے یہاں قبول کروانا ہے۔ ابھی تو ہم قبول کروانے کی محنت میں چل رہے ہیں یہ نہیں ہے کہ

جو مشورے میں بیٹھنے لگے وہ قبول ہو گیا

جو اڑھائی گھنٹے اور سہ روزہ لگانے لگا وہ قبول ہو گیا

یا تعلیم اور گشت میں شرکت کرنے لگا تو قبول ہو گیا۔

میرے دوستو ایک صحابیؓ حضورﷺ کی وحی کو لکھتے تھے حضورﷺ نے انہیں اس کام پر لگایا تھا ان سے زیادہ قریب یا ان سے زیادہ غیبی نظام دیکھنے اور سمجھنے والا بھلا اور کون ہو گا۔ مگر یہ وحی لکھنے والے بھی مرتد ہو گئے۔

یہ میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ کام کرتے کرتے آدمی کسی ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ وہاں کوئی ایسی بات پیش آ جاتی ہے جس سے تیس سال چالیس سال کام کرنے کے بعد بھی کام سے پیچھے ہٹ جائے گا۔

کیوں؟ اس لیے کہ براہ راست کام کو نہیں سمجھا جس پر استقامت ہو جاتی' تو عرض یہ ہے کہ ہر کام کرنے والے کو کام پر بصیرت ہو' کہ میں ذاتی طور پر اس کام کو نبوت والا کام اور حق سمجھتا ہوں۔ یہ چیز کام کرنے والے کو آگے بڑھائے گی' ورنہ کوئی چیز پیش آئے گی تو یہ کام کو چھوڑ دے گا' سہ روزہ چھوڑ دے گا۔ کیوں اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے کام' کام کرنے والے کی وجہ سے ہو رہے تھے۔ ایک آدمی سے اختلاف ہوا تو کام ہی چھوڑ دیا' اختلاف ہو گا انتظامی لائن میں' ہم چھوڑ بیٹھیں گے کام۔ اس لیے یہ اعمال دعوت یعنی اپنی مسجد کا گشت' اپنی مسجد کے اڑھائی گھنٹے' تعلیم مشورہ اور سہ روزہ' اپنی ذات سے چلے' چار مہینے اس کو ہر ساتھی اپنی ذاتی ضرورت سمجھ کر کرے اور ہر امتی کو اس پر لائے'

میں تو پوچھتا ہوں کہ بھائی یہ کام تم کیوں کر رہے ہو اس کام کے کرنے کی وجہ کیا ہے۔ دیکھو جی اگر صرف اتنی بات ہے کہ مجھے جنت مل جائے' اب مان لو جنت مل بھی گئی او ر جنت میں داخل بھی ہو گیا لیکن سوال تو اس بات کا ہے کہ انسانیت جو جہنم کی طرف جا رہی ہے اس کا کیا ہو گا۔

میرے دوستو بزرگو! اس میں کوئی شک نہیں کہ انفرادی اعمال تو ہر ایک کو کرنے ہیں کیونکہ یہ ہماری ضرورت ہے لیکن انفرادی اعمال میں

قوت'

تاثیر'

مقبولیت اور

حقیقت

وہ دعوت کی ذمہ داری پورا کیے بغیر نہیں آیا کرتی۔ دعوت پر امت کو لانا اور ہر امتی کے اندر اس کی ذمہ داری کا شعور پیدا کرنا ہے۔

تو اب جو قربانیوں پر چلے گا' رب العزت کی طرف سے اس کا انتخاب ہوگا یہ کام اللہ کا ہے' کوئی کسی کو نہ آگے بڑھا سکتا ہے نہ پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ ہاں' اس کے ظاہری اسباب آتے ہیں تو جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہوتا ہے انہیں ہم اسباب سے جوڑ دیتے ہیں' کہ یوں نہ ہوا ہوتا تو یوں ہو جاتا' کیوں' کیا بات ہے' کہ یہ اپنے آپ کو مخلوق کے ذریعے قبول کروانا چاہتا ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے قبولیت کا اعلان ہوتا ہے' پھر وہ قبولیت ساتویں آسمان سے چھٹے آسمان پر چھٹے سے پانچویں پر' پانچویں سے چوتھے۔ چوتھے سے تیسرے' تیسرے سے دوسرے' دوسرے سے پہلے' اور پھر پہلے آسمان سے وہ قبولیت اس زمین پر اتاری جاتی ہے۔ میرے دوستو' کام اللہ اس سے لیتے ہیں جو تقاضوں پر خود کھڑا ہوتا ہے۔

یہ نہیں کہ کسی کے اصرار کرنے پر یہ تیار ہو۔ میں تو بار بار یہ بات عرض کرتا ہوں کہ بھائی مجمع کو کام سمجھاؤ تاکہ جو کام کر رہا ہے اسے کچھ تو خبر ہو کہ میں یہ کام کیوں کر رہا ہوں۔

کسی نے اپنے حالات سنائے تو کسی تبلیغی آدمی نے اس سے کہا کہ تم چار مہینے لگا لو تمہارے سارے حالات دور ہو جائیں گے۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ کام میں لگنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔

ایک قسم تو وہ ہے جو فرصت کی وجہ سے کام کرتے ہیں۔
ایک قسم وہ ہے جو اپنے حالات اور پریشانی کی وجہ سے کام کر رہے ہیں اور
ایک قسم وہ ہے جو اپنے آپ کو بدلنے کے لیے کام کر رہے ہیں
ان میں سے اوپر والی جو دو قسمیں ہیں' ان دونوں قسموں کے لوگ کبھی بھی کلمے کی حقیقت کو پا ہی نہیں سکتے'
تو ایک صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ حالات والے اور فرصت والے کون ہیں۔
تو حضرت نے فرمایا کہ ایک طبقہ تبلیغ میں وہ چل رہا ہے' بہت بڑا طبقہ' جس کو تشکیل کرنے والوں نے ترغیب دینے والوں نے یوں کہا کہ اگر تو جماعت میں چلا جائے تو تیری بیماریاں تیری پریشانیاں' تیرے قرضے' تیرے مقدمے سب حل ہو جائیں گے' سب ختم ہو جائیں گے بس تو چار مہینے لگا لے اور ایک طبقہ وہ ہے جو فرصت لے کر آتا ہے کہ دس دن پانچ دن چالیس دن چار مہینہ اپنے کاروبار کے سیزن کے اعتبار سے کہ چلو بارش میں کام کوئی ہے نہیں چار دن لگا ئیں' یا فصل کاشت کرنی دی کاٹنے تک وقت خالی ہے یا اس موسم میں ہمارا کاروبار مندا پڑ جاتا ہے تو سوچا چار مہینے کیا کریں گے تو چلو' جماعت میں چلے جائیں۔
ایک طبقہ وہ ہے جس نے اس کام کو اپنے معمول میں داخل کیا ہوا ہے۔
فرماتے تھے یہ فرصت والے اور حالات والے یہ دونوں طبقے کام میں چلتے رہیں گے' جب تک اس کام سے ان کے دنیا کے تقاضے پورے ہوتے رہے' اگر ان لوگوں کے ذاتی تقاضے اس کام سے پورے ہوتے رہے تب بھی یہ کام سے گئے اور اگر ان کے تقاضے اس کام سے پورے نہ ہوئے تب بھی یہ کام سے گئے۔ اس لیے کہ یہ وہ طبقہ ہے جس کو مقصود پر نہیں اٹھایا گیا سود پر اٹھایا گیا ہے۔

کہ جو جماعت میں جائے گا اس کی کھیتیوں میں برکت ہو جائے گی۔

نہیں میرے دوستو ہم اپنے مجمع کو ہرگز دنیاوی وعدوں اور دنیا کے مسائل کے حل ہونے کی بنیاد پر نہ اٹھائیں۔ ورنہ ایک طبقہ اس وقت وہ ہے جو اس پر چل رہا ہے ان کو عقیدت ہے اس کام سے۔

دیکھو میرے دوستو عقیدت اور ہوتی ہے اور بصیرت اور ہوتی ہے۔ عقیدت کے معاملے میں میں ایک بات عرض کروں جو امت کے اندر ایک بات عام ہے۔ وہ یہ کہ کسی کو کسی بزرگ سے عقیدت ہے ان کے پاس آتے جاتے رہے ان کے پاس جا کر اپنے مسائل رکھتے رہے جب دیکھا کہ ان سے تو کوئی مسئلہ حل ہوتا ہی نہیں تو ان کو چھوڑ کر پھر کسی دوسرے بزرگ کے پاس چلے گئے۔

میرے پاس ایک صاحب نے خط لکھا کہ جب میں بہت پریشان تھا تو میں نے اپنے حالات ایک بزرگ کو سنائے' انہوں نے کہا کہ تم تہجد میں اٹھ کر دعا مانگو' تو میں نے تہجد میں اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں تہجد میں اٹھ نہ سکا پھر میں نے ایک صاحب سے کہا کہ میں تہجد میں اٹھ نہیں سکتا تو انہوں نے کہا کہ تم جماعت میں چلے جاؤ وہاں تمہیں تہجد میں ضرور کوئی اٹھائے گا تو میں جماعت میں گیا سہ روزہ میں' تو وہاں امیر صاحب نے اٹھایا' تہجد میں اٹھ کر اپنے مسائل کو اللہ سے رو رو کر مانگا تو اب تک میرا وہ کام ہوا ہی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔ میں نے اسے یہ جواب لکھا کہ بھائی اس کی وجہ ہے کہ تو اپنے دنیاوی تقاضے پورا کرنے کے لیے جماعت میں گیا تھا۔

میرے دوستو' بات تو ذرا سخت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک تو اللہ کے یہاں ذرہ برابر بھی شرک نہیں چلتا سارا عمل اللہ کے لیے ہو اگر ایک لمحے بھی عمل کا کوئی حصہ اللہ کے غیر کے لیے ہے تو اللہ کے یہاں سے سارا کا سارا اخلاص سے کیا ہوا یہ عمل ذرا

سا بھی اللہ کے غیر کے لیے ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہوتا' بلکہ یہ عمل مردود قرار دے دیا جاتا ہے۔

یہ بات نہیں ہے کہ اللہ کے یہاں اتنا عمل قبول ہو جائے جتنا عمل اخلاص والا تھا اور جتنے میں اخلاص نہیں ہے وہ قبول نہ ہو' یہ بات نہیں ہے بلکہ عمل کے ٹکڑے نہیں ہوتے کہ اخلاص والا الگ اور اغراض والا الگ الگ کر دیا جائے۔ اگر عمل کے ذرے میں بھی شرک یعنی اغراض ہوگا تو وہ اللہ کی طرف سے پورا کا پورا مردود ہو جائے گا۔ اخلاص کی ادنیٰ سطح یہ ہے کہ عمل صرف اللہ کے لیے ہو اور عمل کے وعدے کا پورا پورا یقین ہو کہ اللہ اس پر یہ دیں گے۔

اس لیے میرے دستو آج تو نیت کرلو کہ ہمیں اپنی محنت کے میدان کو بدلنا ہے۔
اپنی محنت کے رخ کو بدل کر انبیاء والے کام کو اپنا کام بنانا ہے اور
اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے ایک ایک امتی کو جوڑنا ہے' اور
خود اللہ کے خزانوں سے جڑنا ہے
اس لیے اب نیت کرو' چار چار مہینے کی۔ اس کام کو سیکھنے کے لیے اور زندگی بھر اس کام کو کرنے کے لیے۔

"گشت"

گشت کا عمل اس کام میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح رہتا ہے۔ اگر یہ عمل صحیح ہوگا' تب تو یہ قبول ہوگا یعنی دعوت قبول ہوگی' دعوت قبول ہوگی تو دعا قبول ہوگی' دعا قبول ہو گی تو ہدایت اترے گی اور اگر گشت قبول نہیں ہوا تو دعوت قبول نہیں ہوگی' اگر دعوت قبول نہیں ہوگی تو دعا قبول نہیں ہوگی' جب دعا قبول نہیں ہوگی تو ہدایت آسمانوں سے نہیں اترے گی۔ اس لیے مقصد کو سامنے رکھ کر اسے کرنا ہے۔

"گشت کا مقصد"

اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہمارے اور سارے انسانوں کے دنیا اور آخرت کے سارے حالات کے مسائل کا حل:

"اپنے اوامر کو حضرت محمدؐ کے طریقے پر پورا کرنے میں رکھا ہے۔"

یہ دونوں چیزیں ہماری زندگی میں آجائیں اس کے لیے یہ محنت شرط ہے۔ اسی عالی محنت کو بستی کے مسلمان کرنے والے بن جائیں اس پر آمادہ کرنے کے لیے گشت کر کے مسجد میں جمع کرنا ہے۔ یہ ہے گشت کا مقصد کہ بستی کا ہر مسلمان اپنے یقین کی تبدیلی کے لیے کلمے کی دعوت دیتے ہوئے کلمے کی محنت کرنے والا بن جائے۔

اعلان کوئی بستی کا بااثر آدمی یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ وہ ہم سے کہیں تو ہمارا ساتھی کردے۔

گشت کا مقصد، ضرورت، اصول، آداب اور قیمت بتائی جائے۔

جو لوگ گشت کرنے کے لیے تیار ہوں تو انہیں اچھی طرح اصول اور گشت کرنے کا طریقہ سمجھایا جائے۔

گشت کے اصول:

۱۔ گشت کے دوران اپنے دل میں خوب اس بات کا یقین جمانے کی کوشش کریں کہ ہمارے تمام مسائل کا تعلق براہ راست اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے ہے نہ بازار میں پھیلی ہوئی چیزوں سے۔ ہمارا کوئی مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے۔

۲۔ چیزوں کی طرف اگر ہمارا دل پھر گیا تو پھر ہم جن کے پاس جارہے ہیں ان کا دل ان چیزوں سے اللہ کی طرف کیسے پھرے گا۔

۳۔ چیزوں پر نگاہ نہ پڑے دھیان نہ جائے۔
۴۔ چیزوں پر نگاہ پڑ جائے، تو ہم انہیں مٹی ہی سمجھیں کیوں کہ مٹی سے بنی ہیں اور پھر مٹی ہو جائیں گی۔
۵۔ نگاہوں کی حفاظت کرنی ہے۔
۶۔ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلنا ہے۔
۷۔ برزخ یعنی قبر کا داخلہ ہمارے سامنے ہو۔
۸۔ امیر کی اطاعت کریں۔
۹۔ واپسی میں استغفار کرتے ہوئے آنا ہے۔
۱۰۔ اس طرح ان اصولوں کے مذاکرے کے بعد گشت کرنے کے آداب سمجھائیں۔

گشت کے آداب:

۱۔ مل جل کر چلنا ہے۔
۲۔ ایک ہی آدمی بات کرے۔
۳۔ گشت کرنے آٹھ دس آدمی جائیں۔
۴۔ مسجد کے قریب مکانوں پر گشت کریں، مکان نہ ہو تو بازار میں کر لیں۔
۵۔ جماعت میں زیادہ آدمی ایسے جائیں، جو گشت میں اصولوں کی پابندی کریں۔
۶۔ نئے آدمی زیادہ تیار ہو جائیں تو ان کو سمجھا بجھا کر مسجد میں روک دیں تین چار آدمی چاہیں تو ساتھ لے لیں۔
۷۔ جس سے ملاقات کریں اس سے یہ کہیں کہ بھائی، ہم مسلمان ہیں ہم نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کیا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اللہ پالنے والے ہیں۔ نفع و نقصان، عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اللہ

کے حکم پر اور حضورؐ کے طریقے پر زندگی گزاریں گے تو اللہ راضی ہو کر ہماری زندگی بنادیں گے سب کی زندگی اللہ پاک کے حکم کے مطابق حضورؐ کے طریقے پر آجائے' اس کے لیے بھائی مسجد میں کچھ فکر کی بات ہو رہی ہے۔

۸۔ کامیاب ہے وہ بات کرنے والا جو مختصر بات کر کے آدمی کو نقد مسجد میں بھیج دے۔

۹۔ جو لوگ نماز ادا کر چکے ہوں تو انہیں بھی مسجد میں بھیج دیں۔

۱۰۔ ضرورت ہو تو اگلی نماز کو مسجد میں جانے کا عنوان بنالیں۔

"اب چار جماعتیں بنائی جائیں"

اس طرح کام سمجھانے کے بعد ایک جماعت دعا مانگ کر گشت کے لیے بستی میں چلی جائے۔

مسجد میں ایک یا دو ساتھی اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا و ذکر میں مشغول رہیں۔

ایک یا دو ساتھی مسجد میں آنے والوں کا استقبال کریں' ضرورت ہو تو وضو کرا کر نماز ادا کرادیں۔

ایک ساتھی زندگی کا مقصد سمجھانے میں سب کو نماز تک مشغول رکھے۔

"اس کام میں اگر اپنے آپ کو اصول سیکھنے کا محتاج نہ سمجھا گیا اور اگر اصولوں کے مطابق کام نہ ہوا تو "سخت فتنوں کا خطرہ ہے۔"

یوں گھنٹے گشت ہو۔ نماز سے سات آٹھ منٹ پہلے گشت کر کے مسجد میں آجائیں۔ تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز میں شریک ہوں۔ جس ساتھی کے بارے میں مشورہ ہو جائے وہ مجمع کو سمجھائے کہ اللہ پاک کی ذات تعالیٰ سے تعلق قائم ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا ہوگا اور اگر اللہ پاک کی ذات عالی سے تعلق قائم نہ ہوا تو دنیا اور

آخرت میں کیا نقصان ہوگا جیسے اس میں چھ نمبر کا مذاکرہ کیا ہے۔ اس طرز پر نمبر کا مقصد اس کا نفع اس کی قیمت اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جائے۔ سادہ انداز میں بات ہو۔ اس سے انشاء اللہ مجمع کی سمجھ میں کام آئے گا اور اس کی ضرورت بھی محسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ ہم بھی سیکھ سکتے ہیں۔

ہمارے ساتھی بھی مذاکرے میں اہتمام سے جم کر بیٹھیں۔ متوجہ ہو کر محتاج بن کر سنیں جو بات کہی جارہی ہے ہم اپنے دل سے کہیں کہ یہی حق ہے ایسا کہنے سے دل میں ایمان کی لہریں اٹھیں گی اور عمل کا جذبہ بنے گا۔

تین چلوں کی بات جم کر رکھی جائے۔

نقد نام لکھیں جائیں۔

اس کے بعد چلوں کے لیے وقت لکھا جائے اور

پھر جتنے وقت کے لیے تیار ہو قبول کرلیا جائے۔ مطالبہ اور تشکیل سے ہماری دعوت کا مغز بنتا ہے۔

اگر مطالبہ اور تشکیل پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی بات رہ جائے گی اور قربانی وجود میں نہ آئے گی تو کام کی جان نکل جائیگی۔ دعوت دینے والا تشکیل کرے ایک آدمی کھڑے ہو کر نام لکھے۔ نام لکھنے والا مستقل تقریر شروع نہ کردے۔ ایک دو جملے بطور ترغیب کہہ سکتا ہے پھر آپس میں ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کو کہا جائے فکر کے ساتھ اپنے قریب بیٹھنے والوں کو تیار کیا جائے۔ عذر کا دل جوئی اور ترغیب کے ساتھ حل بتایا جائے۔ انبیاءؑ اور صحابہؓ کے قصوں کی طرف اشارہ کریں اور پھر آمادہ کریں آخر میں مقامی (پانچ) کام کرنے کے لیے مسجد وار جماعت بنائی جائے اور ان سے مقامی کام شروع کرایا جائے۔ مذاکرے میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کے ساتھ اللہ پاک نے جو مدد فرمائی ہے اس کا بیان کیا جائے۔ بیان میں حالات حاضرہ کی باتیں نہ کی جائیں۔ امت

میں جو ایمانی' اعمالی' اخلاقی کمزوریاں آچکی ہیں ان کے تذکرے کرنے سے بہتر ہے کہ اصل خوبیوں کی طرف یعنی جو بات پیدا ہونی چاہیے اس کی طرف متوجہ کیا جائے۔

اصل کام کی شکلیں۔ دعوت' گشت' تعلیم' تشکیل وغیرہ ہے۔ مشورہ کی ضرورت ہو تو مناسب ساتھیوں کو الگ کر کے مشورہ کرلیا جائے ایسا نہ ہو مشورہ کرنے والوں کا کسی موقع پر عمومی اعمال سے جوڑ نہ رہے۔

یہ کام بہت نازک ہے حضورؐ نے ایک محنت فرمائی اس محنت سے سارے انسانوں کی ساری زندگی کے کھانے کمانے' بیاہ شادی' میل ملاقات' عبادات' معاملات وغیرہ کے طریقے میں مکمل تبدیلیاں آئیں'

تو آپؐ نے خود اس محنت کے طریقے بتلائے ہوں گے'

ہمیں ابھی یہ کام کرنا نہیں آتا اور ابھی حقیقی کام شروع بھی نہیں ہوا ہے۔ کام اس دن شروع ہوگا جب ایمان و یقین' اللہ کی محبت' اللہ کے دھیان' آخرت کی فکر' اللہ کے خوف و تقوے سے بھرے ہوئے لوگ حضورؐ کے عالی اخلاق سے مزین ہو کر اللہ کی رضا کے جذبے سے مخمور ہو کر اللہ کی راہ میں جان دینے کے شوق سے پھریں گے۔

ابھی جو ہم کو کام کی برکتیں نظر آرہی ہیں۔ وہ کام شروع ہونے سے پہلے کی برکتیں ہیں۔ جیسے حضور کی ولادت سے ہی برکتوں کا ظہور شروع ہوا تھا' لیکن اصل کام اور اصل برکتیں چالیس سال بعد شروع ہوئی تھیں۔ ابھی تو اس کے لیے محنت ہو رہی ہے کہ کام کرنے والے تیار ہو جائیں۔ اللہ پاک کام ان سے لے گا اور ہدایت پھیلانے کا ذریعہ ان کو بنائے گا' جن کی اپنی زندگی دعوت کے مطابق بدلے گی' جن کی زندگی میں تبدیلی نہ آئے گی اللہ پاک ان سے دعوت کا کام نہ لیں گے' یہ نبیوں والا کام ہے۔

اس کام میں اگر اپنے آپ کو اصول سیکھنے کا محتاج نہ سمجھا گیا اور اصولوں کے مطابق کام نہ ہوا تو سخت فتنوں کا خطرہ ہے۔

حضورؐ نے جب باہر ملک میں کام شروع کرنے کا ارادہ بنایا تو پہلے تمام صحابہؓ کو تین تین دن تک ترغیب دی اور پھر فرمایا کہ جس طرز پر یہاں کام ہوا ہے بالکل اسی طرز پر باہر جا کر بھی کرنا ہے۔

اس کام کی نوعیت یہی ہے، مقام، زبان، معاشرت، موسم وغیرہ کے اعتبار سے اس کام کے اصول نہیں بدلتے۔ اس کام کی نہج اور اصولوں کو سیکھنے اور ان پر قائم رہنے کے لیے اس فضا میں آنا اور بار بار (بنگلے والی مسجد، دہلی) آتے رہنا انتہائی ضروری ہے۔

"تعلیم"

یہ فضائل کی تعلیم ایک خاص طرح کی تعلیم ہے اس تعلیم سے احتساب کو بڑھانا ہے، اس تعلیم کا مقصد تعلیم کی مشق سے امت کا یقین اسباب سے نکل کر اللہ کے اوامر کی طرف پھر جائے۔

تعلیم کے اصول:

۱۔ تعلیم میں دھیان، عظمت، محبت، ادب اور توجہ کے ساتھ بیٹھنے کی محنت کی جائے۔

۲۔ سہارا نہ لگایا جائے۔

۳۔ باوضو بیٹھنے کی کوشش کی جائے۔

۴۔ طبیعت کے بہانوں کی وجہ سے تعلیم کے دوران نہ اٹھا جائے۔

۵۔ بات نہ کی جائے۔

اگر اس طرح بیٹھو تو فرشتے اس مجلس کو اپنے پروں سے ڈھانک لیں گے۔ اہل مجلس میں طاعت کا مادہ پیدا ہوگا۔ عظمت کی مشق سے حدیث پاک کا وہ نور دل میں آئے گا جس سے یقین والے عمل کی ہدایت ملتی ہے۔

بیٹھتے ہی اصول آداب اور مقصد کی طرف متوجہ کیا جائے۔

تعلیم کے آداب:

اس تعلیم کے تین اجزاء ہیں،

۱۔ قرآن کے حلقے

۲۔ فضائل کی تعلیم

۳۔ فضائل کے مذاکرے

تعلیم کے حلقے:

۱۔ فضائل قرآن مجید پڑھ کر تھوڑی دیر کلام پاک کی ان صورتوں کی تجوید کی مشق کی جائے جو عموماً نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔

۲۔ التحیات، دعائے قنوت، درود شریف، دعائے ماثورہ وغیرہ کا مذاکرہ تصحیح اجتماعی تعلیم میں نہ ہو۔ انفرادی سیکھنے۔ سکھانے میں ان کو صحیح کرایا جائے۔

۳۔ اللہ پاک توفیق دے تو ہر کتاب میں سے تین چار صفحے پڑھے جائیں۔

۴۔ ہر حدیث کو تین تین بار ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔

۵۔ تعلیم میں اپنی طرف سے تقریر نہ ہو۔ حضرت شیخ الحدیث محمد زکریاؒ کی فضائل اعمال حصہ اول اور دوم یعنی فضائل صدقات یہ کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سنانا ہے اور تنہائیوں میں بیٹھ کر بھی ان کو پڑھنا ہے۔

کتابوں کے بعد چھ نمبر کا مذاکرہ ہو۔ ساتھیوں سے چھ نمبر کی محنت ہلا کر انہیں بھی ان کی حقیقت حاصل ہو اس کے لیے ان نمبروں کی محنت کرنے پر لگایا جائے۔ جب تعلیم شروع کی جائے تو اپنے میں سے دو ساتھی کو تعلیمی گشت کے لیے بھیج دیا جائے۔ پندرہ بیس منٹ بعد وہ آ جائیں تو دوسرے ساتھی چلے جائیں۔ اس طرح بستی کو تعلیم

میں شریک کرنے کی کوشش ہوتی رہے۔ باہر نکلنے کے زمانے میں روزانہ صبح اور بعد ظہر دونوں وقت تعلیم دو تین گھنٹے کی جائے اور اپنے مقام پر روزانہ اسی ترغیب سے ایک گھنٹہ تعلیم ہو۔

اس طرح' اس تعلیم کو بار بار سننے اور بار بار سنانے پھر تعلیم کے علاوہ کے وقت میں ان فضائل پر غور کرنے' اور جو تعلیم میں سنا ہے' اسے بازار' گھر اور باہر کے ہر شعبہ کے ماحول میں لے جانا اور اس کے یقین کی طرف بلانا اور جس وقت جس عمل کے کرنے کا وقت آئے' اس عمل سے پہلے فضائل کی مشق کرنا۔

اب تعلیم کرانے والے کی اپنے اندر کی فکر اور کوشش یہ ہو کہ سب سے پہلے خود اپنی ذات کا اور سارے سننے والوں کا یقین دنیا کے سارے اسباب سے اعمال کی طرف منتقل ہو جائے۔

تعلیم کی محنت: ہر عمل سے پہلے اعمال پر جو اللہ کے وعدے ہیں ان وعدوں کا یعنی فضائل کا پہلے مذاکرہ کرلیں یہ اصل میں تعلیم کی محنت ہے۔ اس محنت کے کرنے سے تعلیم کا مقصد پورا ہوگا۔

اللہ کے راستے میں جانے والوں کو ہدایت

آفتاب نورانی ہے' اس کے اندر نور ہے' وہ اپنے اس نور کے ساتھ چکر لگاتا ہے تو دنیا میں نور پھیلتا ہے۔ اگر بجائے نورانی ہونے کے وہ ظلمتی (کالا) ہوتا' اور اس میں نور کے بجائے اندھیرا ہوتا تو وہ دنیا میں اندھیرا پھیلانے کا ذریعہ بنتا۔ آپ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر نکل رہے ہیں' اور قریب و دور کی دنیا میں پھریں گے۔ اگر آپ میں نور ہو گا تو آپ کے ذریعے نور پھیلے گا اور اگر آپ کے اندر ظلمت ہو گی تو وہی ظلمت پھیلے

گی۔اس لیے آپ لوگوں کو کوشش کرنی ہے کہ آپ کے اندر نور ہو اور آپ خود نورانی بنیں۔کسی انسان کی ذات میں نور نہیں ہے۔نور والی چیزوں سے نور انسان کے اندر آتا ہے۔اس لیے آپ لوگوں کو نور والے اعمال اختیار کرنے ہیں تاکہ آپ لوگوں کے اندر نور آجائے اور آپ لوگوں کے ذریعہ نور پھیلے اور ظلمت والے اعمال سے اپنے آپ کو بچانا ہے تاکہ ظلمت نہ پھیلے اور ظلمت پھیلنے کا ذریعہ نہ بنے۔نور والے اعمال وہ محمدی اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے کیے جائیں ان اعمال کو اتنی کثرت سے اور لگاتار یکسوئی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ان کے نورانی رنگ میں رنگے جائیں۔

وہ نورانی اعمال یہ ہیں:

۱۔ اخلاص کے ساتھ ایمان اور یقین حاصل کرنے کی دعوت جو انبیاء علیہم السلام کی خاص میراث اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔

۲۔ نماز اور جملہ عبادات جس میں ذکر،دعا و استغفار سب شامل ہیں۔

۳۔ علم میں مشغولیت خاص کر وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال و افعال کے دنیا اور آخرت میں ظاہر ہونے والے نتائج کا بیان ہو۔

۴۔ اچھے اخلاق جو حضرت محمدؐ کے اخلاق تھے اور جن کی آپ نے تعلیم دی تھی جن کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے اس کی مخلوق کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

یہ ہیں وہ نورانی اعمال جن کو لگاتار اور کثرت سے کرنے کی وجہ نور پیدا ہوتا ہے اور زندگی بنتی ہے۔آپ لوگوں کو انہیں اعمال میں مشغول رہتے ہوئے پھرنا ہے۔یاد رکھیں آپ صرف اپنے گھر والوں اور اپنے خاص ماحول کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔نفس اور شیطان اور بری عادتوں کو چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں' یہ تینوں دشمن ہر قدم پر اور دن

رات آپ کے ساتھ رہیں گے۔ یہ تینوں چیزیں آپ کو ان اعمال کی طرف کھینچیں گی جن سے آپ میں ظلمت آئے اور آپ خدا سے دور اور اس کی رضا سے محروم ہوں۔ آپ ان دشمنوں کے شر سے صرف اس طرح بچ سکتے ہیں کہ اس بات کا پورا اہتمام کریں کہ سونے کے چھ گھنٹوں کے علاوہ دن اور رات کے تمام اوقات میں اپنے آپ کو ان نورانی اعمال میں مشغول رکھیں۔

۱۔ یا آپ ایمان کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت دے رہے ہوں۔
۲۔ یا نماز اور ذکر و تلاوت وغیرہ کسی عبادت میں مشغول ہوں۔
۳۔ یا سیکھنے سکھانے میں لگے ہوں۔
۴۔ یا کوئی خدمت والا کام انجام دے رہے ہوں۔

نفس اور شیطان کے شر سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ آپ کا وقت ان کاموں سے فارغ اور خالی نہ ہو۔

پھر یہ اعمال بھی نور حاصل کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں بنیں گے جب کہ صرف اللہ کی رضا کے لیے اور آخرت کے ثواب پر نگاہ رکھتے ہوئے کیے جائیں اگر خدانخواستہ نیت خالص نہ رہی تو یہی اعمال جہنم میں کھینچ کر لے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے تین آدمیوں کے بارے میں جہنم کا فیصلہ ہوگا اور جہنم میں سب سے پہلے انہی کو پھونکا جائے گا ان میں ایک وہ عالم دین اور عالم قرآن ہوگا جو عمر بھر قرآن سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا۔ دوسرا ایک دولت مند سخی ہوگا جس کو اللہ نے دنیا میں خوب دولت سے نوازا تھا اور وہ اللہ کی دی ہوئی دولت نیکی کے کاموں میں خوب دل کھول کر خرچ کرتا تھا اور تیسرا شخص ایک شہید ہوگا جو جہاد کے میدان میں دشمنوں کی تلوار سے شہید ہوا ہوگا لیکن ان تینوں آدمیوں نے یہ اعمال دنیا میں ناموری، شہرت اور عزت حاصل کرنے کے لیے کیے تھے۔ اس لیے ان کی پکڑ کا سبب بن گئے۔

سوچو تو یہ حدیث کس قدر لرزہ براندام کر دینے والی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کو روایت فرماتے تو کبھی کبھی مارے خوف سے ان کی چیخ نکل جاتی اور ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا اور ایک دفعہ جب ایک تابعیؒ نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے سن کر حضرت معاویہؓ کے سامنے نقل کی تو حضرت امیر معاویہؓ اتنا روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطرہ ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی۔

بہر حال نورانی اعمال نور پیدا کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں ہو سکتے ہے جب کہ وہ خالص اللہ کی رضا کے لیے اور آخرت کے لیے کیے جائیں اس لیے آپ کو ایک طرف تو اپنے تمام اوقات انہی اعمال میں مشغول رکھنے میں اور دوسری طرف اس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ نیت صحیح رہے۔ جب کسی بندے کو اچھے اعمال سے شیطان ہٹا نہیں سکتا تو اس کی نیت میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اس سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

میں بتا چکا ہوں کہ اس نکلنے کے زمانے میں بس چاروں کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے۔ سب سے پہلی چیز ہے ایمان ویقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت۔ اس دعوت کے لیے عمومی گشت ہوں گے، خصوصی گشت ہوں گے۔ جن کے اصول وآداب گشت کے لیے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے۔ ان کو دھیان سے سنا جائے پھر جب آپ دعوت کے لیے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لیے سب سے پہلے دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ شیطان ونفس کے شر سے بچا لے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جمال اور جلال پر اور اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے۔ نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے۔
جس طرح جب کسی مریض کو اسپتال لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی

اسپتال کی عالیشان عمارتوں اور وہاں کے نقشوں کو دلچسپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے۔

خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب جن سے آپ ملنے گئے ہیں۔ اس وقت توجہ سے بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے تو مناسب طریقے سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ جانا چاہیے اور ان کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہے تو پھر پوری بات ان کے سامنے رکھی جائے اور وقت فارغ کرنے کے لیے بھی کہا جائے۔ خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کی جائے اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے۔

عمومی گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے اور ان کے سامنے ایمان و یقین' نماز' علم و ذکر' اخلاق' اخلاص پھر تشکیل کر کے مطمئن نہ ہو جائیں بلکہ جن لوگوں نے ارادے کیے ہیں اور نام لکھائے ہیں ان کو اللہ کے راستے میں نکالنے کی اور ان کے ارادوں کو عمل میں لانے کی کوشش کریں اور اور جہاں تک ممکن ہو اس کا انتظام کریں کہ ان کا وقت اچھی طرح گزرے۔ جو لوگ اس وقت نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکے ہوں۔ ان کو مقامی گشت' مقامی اجتماع' مسجد کی اور گھر کی تعلیم وغیرہ کی پابندی پر آمادہ کیا جائے اور ان کاموں کا وہاں پر نظام بنا دیا جائے۔ جب دعوت کے سلسلے کی یہ ساری محنت کر چکیں تو اس کسان کی طرح جو زمین میں بیج بکھیر دیتا ہے اور پھر اللہ سے لو لگاتا ہے۔

اسی طرح محنت کے بعد اب اللہ سے دعا کرے۔ وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے۔

دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے' جب تعلیم کے لیے بیٹھیں تو ادب سے بیٹھیں' باوضو بیٹھنے کی کوشش کریں' آپس میں باتیں نہ کریں' تعلیم کے دوران طبیعت کے بہانوں کی وجہ سے نہ اٹھیں جم کر بیٹھیں۔ جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی

دوسرا ضروری کام بھی اس وقت نہ ہو اس میں نوافل پڑھیں قرآن کی تلاوت کریں، تسبیح پڑھیں یا اللہ کے کسی بندے کی خدمت کریں۔ جس طرح نماز میں آدمی یا قیام میں ہوتا ہے یا رکوع میں ہوتا ہے یا سجدے میں یا قعدہ میں اسی طرح اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد آدمی یا دعوت میں لگا ہو یا تعلیم میں لگا ہو یا ذکر وعبادت میں یا اللہ کی کسی مخلوق کی خدمت میں یہ چار کام اتنے کیے جائیں کہ یہی عادت اور مزاج بن جائے۔ یہ چاروں کام اجتماعی بھی کیے جائیں گے اور انفرادی بھی کیے جائیں گے۔ اجتماعی سے مراد وہ ہے جو جماعت کے مشورے سے طے ہو جیسے: خصوصی گشت اور عمومی گشت میں دعوت اور جماعت کی تعلیم کے وقت میں تعلیم اور جماعت کے ساتھ فرض نماز اور جماعتی تقسیم کار کے مطابق کھانے وغیرہ کے انتظامات کے تحت دوڑ دھوپ۔ یہ سب اعمال اجتماعی ہیں۔ انفرادی دعوت انفرادی تعلیم انفرادی عبادت انفرادی خدمت وہ ہوگی جو جماعت کے مشورے کے علاوہ کوئی شخص اپنے اس خالی وقت میں کرے جس میں کوئی اجتماعی کام نہ ہو۔ مثلاً دوپہر کے وقت کھانے کے بعد ظہر تک کوئی اجتماعی عمل نہ ہو تو ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس میں آرام کرے۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اس وقت میں آرام کرنے کے بجائے کسی شخص کے پاس جا کر دعوت وایمان کی باتیں کرے یا کسی اللہ کے بندے کو دعا یاد کرائے یا اس کی نماز صحیح کرائے یا مسجد کے کسی کونے میں کھڑا ہو کر نوافل پڑھے یا کسی ساتھی کی کوئی خدمت کرنے لگے تو یہ سب صورتیں انفرادی اعمال کی ہونگی۔

بہرحال اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانے میں یہ چار کام اصل مقصد کے طور پر کیے جائیں اور حاجت بشری کے علاوہ اپنے سارے وقت کو انہی کاموں میں مشغول رکھا جائے تب ان کے ذریعہ زندگی میں نور آئے گا اور پھر ان شاء اللہ وہ نور فائدہ مند ہوگا اور پھیلے گا۔ ان چار کاموں کے علاوہ چار کام ضرورت کے طور پر کیے جائیں گے اور صرف بقدر ضرورت ہی کیے جائیں گے وہ چار کام یہ ہیں۔

۱۔ کھانا، پینا

۲۔ پیشاب، پاخانہ

۳۔ سونا، نہانا اور دھونا

۴۔ ضرورت کی بات چیت کرنا

یہ وقتی ضرورتیں ہیں ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنی ضرورت ہو، سونے کے لیے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں۔

چار باتیں وہ ہیں جن سے پورے اہتمام سے بچنا ہے۔

۱۔ کسی سے سوال نہ کرنا بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت بتانا، یہ بھی ایک طرح کا سوال ہے۔

۲۔ اشراف سے بھی بچا جائے، اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کریں لیکن دل میں کسی بندے سے کچھ حاصل ہونے کی امید ہو، گویا بجائے زبان کے دل سے سوال ہوا۔

۳۔ اسراف سے بھی بچا جائے۔ اسراف یعنی فضول خرچ ہر حال میں نقصان دہ ہے لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔

۴۔ بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کرے۔ بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی تکلیف پہنچتی ہے اور شریعت میں یہ بالکل حرام ہے۔ ہاں اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بس یہ ضروری ضروری باتیں جن کی پابندی اس راستے میں نکلنے والے کے لیے ضروری ہے۔ آپ لوگوں کے چوبیس گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گذرنے چاہئیں۔

ان اعمال [illegible] ندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں

پھریں اور اپنے لیے اور پوری امت کے لیے اور عام انسانوں کے لیے اللہ سے ہدایت مانگیں بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہوگا! اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ پاک ہرگز آپ کو محروم نہیں رکھے گا۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں؟

آج کل اس دنیا میں چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے براہ راست چیزوں پر محنت کرنے کا رواج ہے۔ کھیت والے کھیت میں غلہ حاصل کرنے کے لیے کھیتی پر ہی محنت کرتے ہیں تجارت اور سوداگری والے اور کارخانوں والے بس دکانوں اور کارخانوں پر محنت کرتے ہیں۔ یہی محنت آج کل عام ہے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ محنت ومجاہدہ کر کے اپنے اندر تقویٰ پیدا کیا جائے اور پھر اللہ پاک انعام کے طور پر اپنے خزانہ غیب سے چیزیں نصیب فرمائے اور برکت فرمائے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اور "جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ پاک اس کے واسطے راستے پیدا کرے گا" اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔"

اور فرمایا گیا ہے کہ" اور جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے کاموں کو آسان کرے گا۔"

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا ہے" اور اگر ان لوگوں میں ایمان اور تقویٰ کی صفات ہوں' تو ہم ان پر زمین آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔"

ان تینوں آیتوں میں تقوے پر جو کچھ وعدہ فرمایا گیا ہے اس کا تعلق اسی دنیا سے ہے اور یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے۔ اس کی تفصیل اس آیت سے معلوم ہوگی اس آیت میں تقوے کی ساری شرطیں بیان کردی گئی ہیں۔

نیکی کا معیار یہ نہیں ہے کہ تم مشرق کی طرف رخ کر دیا مغرب کی طرف کرو' بلکہ اصل نیکی ان کی ہے جو اللہ کی نگاہ میں نیک ہوں اور وہ ایمان رکھتے ہوں' اللہ پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور اس کے نبیوں پر اور آخرت کے دن پر اور اپنا مال اس کی چاہت کے باوجود اہل قرابت اور یتیموں' مسکینوں کو اور (ضرورت مند) مسافر کو اور سائلوں کو اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے خرچ کرتے ہوں اور ساتھ ہی فرمایا اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے' اور پورا کرنے والے اپنے عہد کو جب عہد کریں اور صبر اور برداشت سے کام لینے والے تنگی اور تکلیف میں اور ثابت قدم رہنے والے جنگ کے وقت' یہی بندے ہیں سچے اور تقویٰ والے" اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے متقی ہونے کے لیے چند باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ ایک ایمان "باللہ" یعنی اس حقیقت کا پورا یقین کہ سب کچھ اللہ کی ذات سے بنتا اور ہوتا ہے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں بنتا اور ہوتا' اس لیے بس اسی کے راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیے اور اسی کے لیے مرنا جینا چاہیے۔

۲۔ دوسرے ایمان بالیوم لآخر یعنی۔ اس حقیقت کا یقین کہ یہ زندگی اصل زندگی نہیں ہے بلکہ اس زندگی کے پورا ہونے کے بعد ایک دوسری زندگی اور دوسرا عالم ہے اور اصل زندگی وہی ہے' یہ چند روزہ زندگی بس اس کی تیاری کے لیے ہے اور انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی ہمیشہ والی زندگی کی کامیابی اور ناکامی پر ہے۔

۳۔ تیسرا ایمان بالملائکہ یعنی۔ اس بات کا یقین کہ یہ عالم جن ظاہری اسباب سے چلتا ہوا نظر آ رہا ہے دراصل ان اسباب سے نہیں چل رہا ہے' بلکہ اللہ پاک فرشتوں کے باطنی نظام کے ذریعہ سے سارے ظاہری نظام کو چلا رہے ہیں مثلاً ہمیں نظر آتا ہے کہ بارش بادلوں سے اور ہواؤں سے ہوتی ہے اور زمین کی

چیزیں بارش کے پانی سے اگتی ہیں۔ فرشتوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کا یقین کریں کہ اللہ پاک یہ سارے کام دراصل فرشتوں سے کرا رہے ہیں گویا ان ظاہری اسباب کے پیچھے فرشتوں کا نظر نہ آنے والا نظام ہے اور اس کے پیچھے اللہ کی ذات اور اس کا حکم اور اس کی مشیت ہے۔

۴۔ چوتھے ایمان بالکتاب والنبیین یعنی: اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کے بارے میں یقین کہ حقیقی علم وہی ہے جو اللہ کی کتابوں میں ہے اور جو نبیوں کے ذریعے انسانوں کو ملا ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ غیر حقیقی ہے اور ناقص ہے۔ مثلاً انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا راستہ وہی ہے جو اللہ کے نبیوں نے اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں نے بتایا ہے۔ اگر دنیا بھر کے فلاسفر' دانشمند' عقلمند لوگ اور لیڈر اس کے خلاف کہتے ہیں اور سوچتے ہیں تو غلط ہے اور ان کا جہل ہے۔

یہ چار باتیں ایمان و یقین کی لائن کی تھیں یعنی متقی ہونے کی پہلی شرط یہ بتلائی گئی ہے کہ ان چار باتوں کے بارے میں یقین صحیح ہو۔

دوسری شرط یعنی ایمان و یقین کی درستگی کے ساتھ مالیات کو بھی اس یقین کے مطابق بنائیں۔ مال کی طبعی چاہت اور اس سے دلچسپی اور محبت کے باوجود اپنا کمایا ہوا مال' اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے نبیوں اور کتابوں کی تعلیم کے مطابق اپنے ماحول کے ضرورت مندوں پر خرچ کریں۔ قرابت داروں پر خرچ کریں' یتیموں' مسکینوں پر خرچ کریں' بیچارے پردیسیوں کا بندوبست کریں' ضرورت مندوں اور سائل کو دیں۔ غلاموں کے آزاد کرانے پر خرچ کریں' غرض اپنی کمائیاں دوسروں پر لگائیں اور اس سے دوسروں کو آرام اور نفع پہنچائیں۔

اس کے بعد تیسری شرط تقویٰ کی یہ بتائی گئی ہے کہ نماز قائم کریں جس کا مطلب یہ ہے کہ پورے اہتمام سے اچھی سے اچھی نماز ادا کرنے کی کوشش کریں۔

چوتھی شرط یہ بتائی گئی کہ زکوٰۃ بھی اہتمام سے ادا کریں۔

آخر میں اخلاقیات کی درستگی کی شرط بتائی گئی ہے یعنی ان میں وفائے عہد ہو وہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کریں اور تنگیوں اور تکلیفوں میں اور جنگ اور قربانیوں کے میدانوں میں صبر اور برداشت سے کام لینے والے ہوں حالات کیسے ہی مخالف ہوں مگر ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئے۔

اس سب کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہی اللہ کے سچے بندے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

اس سے پتہ یہ چلا کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کے لیے ان سب رخوں پر محنت کرنی ہوگی۔ ایمان و یقین کے لیے محنت' مالیات کے درست کرنے پر محنت' نماز پر محنت' زکوٰۃ پر محنت' اخلاق کی درستگی پر محنت۔ جب یہ سب چیزیں صحیح ہو جائیں گی اس وقت آدمی متقی ہوگا اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات ہوں گے۔ اللہ پاک غیب سے اس کے مسئلے حل کریں گے۔ اس کے لیے برکتوں کے دروازے کھولیں گے۔

اللہ پاک کی طرف سے تقویٰ پر جو انعامات اس دنیا میں ہوتے ہیں اور متقی بندوں کے مسئلے جو حل کیے جاتے ہیں۔ ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی متقی بندے کو کسی چیز کی ضرورت پیش آئی اللہ پاک نے اپنے کسی بندے کے دل میں ڈالا اور اس نے وہی چیز ہدیہ پیش کر دی' یہ بہت عام اور متعارف طریقہ ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت پیش آئی اور اللہ پاک نے بغیر کسی واسطے سے اپنے فضل سے اس کو حل فرما دیا مثلاً ایک بندہ بیمار ہوا اسے بیماری کی تکلیف شروع ہوئی

اس نے اللہ سے شفاء کی دعاء کی اللہ پاک نے بغیر حکیم ڈاکٹر اور دوا کے شفاء عطا فرما دی۔ کبھی کسی بندے کی ضرورت کے بارے میں اللہ پاک اپنے کسی دوسرے بندے کو خواب میں بھی اطلاع فرماتے ہیں۔ حسن بن صفیانؒ ایک بزرگ ہیں ان کا قصہ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ اور ان کے دو ساتھی علم حدیث اور دین کی طلب میں نکلے ایک شہر میں قیام کیا جو تھوڑا بہت اپنے پاس تھا سب ختم ہو گیا اس کے بعد جب فاقوں پر فاقے آنے لگے تو انہوں نے طے کیا ہم ایسی حالت میں ہیں کہ ہمارے لیے سوال جائز ہے مشورے سے طے ہوا کہ حسن بن صفیانؒ جائیں اور کسی سے کچھ مانگ کر لائیں۔ یہ بیچارے نکلے لیکن انہیں شرم آئی کہ کسی مخلوق سے سوال کریں تنہائی کا گوشہ تلاش کیا اور صلوٰۃ الحاجہ پڑھ کر اللہ سے دعا کی اور واپس آگئے اور ساتھیوں سے کہا کہ میں تو کسی سے سوال نہیں کر سکا میں نے بھی دعا کی ہے اور تم لوگ بھی بس اللہ سے دعا کرو۔ اسی شہر کے گورنر نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس کو آسمان کی طرف سے بڑے غصے کے انداز میں پکار رہا ہے۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا تو نظر آیا کہ ایک شخص غصے میں بھرا ہوا ہے اور نیزہ اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ نیزے کا رخ گورنر کی طرف کر کے ڈانٹ کر کہہ رہا ہے "حسن بن صفیانؒ اور ان کے ساتھیوں کی خبر لے قبل اس کے کہ ان بیچاروں کا خاتمہ ہو جائے۔ خواب ہی میں یہ بھی اشارہ ملا کہ وہ شہر ہی کی کسی مسجد میں ہیں۔ گورنر نے اٹھتے ہی شہر میں ان کی تلاش شروع کرائی اور جب حکومت کے بعض کارکنوں نے ان لوگوں کو تلاش کر لیا اور پا لیا اور گورنر کی طرف سے کچھ دینار ان کو پہنچائے اور ان سے کہا کہ گورنر صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں' تو یہ اللہ کے بندے خاموشی کے ساتھ غائب ہو گئے تاکہ لوگوں پر ان کا راز نہ کھلے تو اللہ پاک اپنے متقی بندوں کے مسئلے کبھی اس طرح بھی حل کرتا ہے اور سب سے زیادہ مشہور واقعہ تو مشہور صحابی حضرت مقدادؓ کا ہے جو حدیث کی کتابوں میں درج ہے۔ جن کو ضرورت پڑنے

پر ایک چوہے نے سترہ دینار بل سے ایک ایک کر کے نکال کر دیئے تھے تو بھی ایسے غیر معمولی اور حیرت انگیز طریقے سے بھی متقی بندوں کی مدد کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے فضل کے طریقے بیشمار ہیں۔ اللہ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

اب دنیا میں صرف مال اور چیزوں پر محنت کا رواج ہے۔ تقویٰ پیدا کر کے اور اللہ پاک سے صحیح تعلق قائم کر کے اللہ پاک کے فضل و کرم سے لینے کا راستہ لوگ بالکل بھول گئے ہیں۔ حالانکہ یہی راستہ ہے جس کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے۔

ہر رکعت میں "سورۂ فاتحہ" پڑھی جاتی ہے۔ اس میں سب سے پہلے اس یقین کو تازہ کیا جاتا ہے کہ اللہ پاک "رب العالمین" ہے۔ وہی سب کا پروردگار ہے۔ وہ رحمٰن ہے۔ دنیا کے علاوہ عالم آخرت کا مالک بھی وہی ہے اور اس کی ذات وصفات سے اور اس کی ربوبیت اور رحمت سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ بس اس کی عبادت ہو اور اسی سے دعا ہو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ جو انبیاء' شہداء' صالحین اور صدیقین کا راستہ ہے۔

1. حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کی بے پناہ اکثریت کے مقابلے میں جو کامیابی حاصل کی اسی راستے سے حاصل کی۔
2. حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کامیابی نمرود کی حکومت کے مقابلے میں حاصل ہوئی۔ اسی راستے سے حاصل ہوئی۔
3. حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کی فوج کے مقابلے میں جو کامیابی حاصل ہوئی وہ اسی "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے راستے سے حاصل ہوئی۔

حضرت محمدؐ کے صحابہ کا راستہ بھی یہی تھا۔ اسی راستے کی ہدایت کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں اسی طرح کی جاتی ہے۔ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" تک بہر حال اللہ پاک کے سارے نبیوں، رسولوں اور ان کی راہ پر چلنے والے سب مقبول بندوں کا راستہ یہی ہے اور اس کے برعکس جو لوگ اللہ کی ہدایت سے محروم ہیں اور جن پر خدا کا غضب ہے ان کا راستہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی ذات وصفات کے یقین اور استعانت سے بالکل بے پرواہ اور بے فکر ہو کر صرف مال اور کائناتی اسباب پر محنت کرتے ہیں۔

"اللہ کی مدد": آج بھی جو کوئی اللہ کی وہ مدد چاہے جو حضور کی اور صحابہؓ کی کی گئی ہے تو وہ ان والے اعمال اور ان جیسی قربانی اور محنت کے راستے پر پڑ جائے۔ وہ اللہ کی مدد کو اترتا ہوا خود اپنی آنکھ سے دیکھے گا۔

"دعوت کا مقصد": مسلمانوں میں حضورؐ والے اعمال کی رسم اور شکل موجود ہے۔ اس تبلیغی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اعمال کی روح اور حقیقت آ جائے۔ ان میں اعمال کے مختصر اعضاء موجود ہیں۔ تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ ان میں چوبیس گھنٹے کے سارے اعمال اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ آ جائیں۔ یہ چھ نمبر جن پر تبلیغ میں زور دیا جاتا ہے اور جن پر محنت کرائی جاتی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح ترتیب کے ساتھ حضور والے اعمال پر آ جائیں۔

"محنت کے دو میدان ہیں":

ا۔ زمین اور زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں پر محنت۔

۲۔ ایمان اور ایمان والے اعمال پر محنت۔

پہلی محنت کا بدلہ دنیا میں ملتا ہے لیکن ایسا نہیں ملتا کہ محنت کرنے والے اس پر خوش اور مطمئن ہوں۔

دوسری محنت کا بدلہ دنیا اور آخرت میں اللہ پاک بھرپور دیں گے۔

یہاں جو کچھ نظر آتا ہے، وہ بہت ناقص ہے۔ بیچاری آنکھ کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی صرف شکل تو دیکھ سکتی ہے، مگر حقیقت کو نہیں دیکھ پاتی کسی جسمانی چیز کی صرف اوپر سے نظر آنے والی سطح اور شکل کو دیکھ سکتی ہے، اس کی روح کو نہیں دیکھ سکتی، حد یہ ہے کہ خود اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی اللہ کا غیبی نظام جو نظر نہیں آتا وہ لاکھوں، کروڑوں گنا زیادہ پھیلا ہوا ہے پھر آنکھ نہ کسی چیز کا اول دیکھ پاتی ہے اور نہ آخر کا حال دیکھ سکتی ہے۔ آج دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو ترقیاں نظر آ رہی ہیں۔ وہ چیزوں پر محنت کا نتیجہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا راستہ "روح" پر محنت اور روحانی ترقی کا راستہ تھا۔ وہ اللہ کی رضا والے اعمال پر محنت کر کے اور قربانیاں دے کر اللہ کی طاقت سے اپنے مسئلے حل کراتے تھے۔ فرعون کے پاس فوج تھی۔ لشکر تھا اور ہر قسم کی مادی طاقت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بس روح کی ترقی والے اور اللہ کی رضا والے اعمال کے لیے تیار کیا۔ ان سے فرمایا! کہ اے میری قوم اور تم نے ایمان والا راستہ اختیار کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرو اور پورے ایمان و یقین اور اعتماد کے ساتھ اس سے مدد مانگو جس پر اللہ پاک نے فرعون کو ہلاک کر کے دکھلایا۔

"کائناتی نقشے"

تمام انبیاء علیہم السلام اپنے زمانے میں کسی نہ کسی نقشے کے مقابلے میں آئے اور بتایا کہ کامیابی کا اس نقشے سے بالکل تعلق نہیں ہے، کامیابی کا تعلق براہ راست اللہ رب العزت کی ذات عالی سے ہے۔ اگر عمل ٹھیک ہوں گے تو اللہ پاک چھوٹے نقشوں میں بھی کامیاب کر دیں گے اور اگر عمل خراب ہوں گے تو اللہ پاک بڑے سے بڑے نقشے کو توڑ کر ناکام کر دیں گے۔ کامیاب ہونے کے لیے اس نقشے میں عمل ٹھیک کرو۔ ہر نبی نے اپنے رائج الوقت نقشے کے مقابلے میں محنت کی اور حضورؐ تمام اکثریت،

کومت' مال وزراعت کے نقشے کے مقابلے پر تشریف لائے۔ آپ کی محنت ان
نقشوں سے نہیں چلی' آپ کی محنت مجاہدوں اور قربانیوں سے چلی ہے۔ باطل تعیش کے
نقشوں سے پھیلتا ہے' تو حق تکلیفیں اٹھانے سے پھیلتا ہے۔ باطل ملک ومال سے
چمکتا ہے تو حق فقر وغربت کی مشقتوں سے چمکتا ہے۔ جتنے فتنے ملک ومال اور تعیش کی
بنیاد پر لائے جارہے ہیں۔ ان کا توڑ حق کے لیے فقر وغربت اور تکلیف برداشت
کرنے میں ہے۔ اب اس کام کے ذریعہ امت میں مجاہدہ اور قربانی کی استعداد پیدا
کرنی ہے۔ اس کام کے لیے بڑا خطرہ یہ ہے اس کو نقشوں پر منحصر کر دیا جائے' اس سے
کام کی جان نکل جائے گی۔ اس کام کی حفاظت اسی میں ہے کہ کام کرنے والے اس
کام کے لیے تمام میسر نقشوں کو بھی قربان کرتے ہوئے مجاہدے والی شکلوں کو قائم
کریں اور کسی صورت میں بھی مجاہدے والی شکلیں ختم نہ ہونے دیں۔ غربت میں اپنی
محنت کو بڑھایا جائے۔ پیدل جماعتیں چلائی جائیں۔ لوگ آئیں گے کہ یہ ہمارا پیسہ
دین کے کام میں خرچ کر لیجیے' پھر نفسوں کی قربانی دینی ہوگی۔ کہہ دیجیے گا کہ جناب
یہاں اس کام میں خرچ کرنے کا صحیح اور پاک طریقہ وجذبہ سکھایا جاتا ہے آپ خود
موقعہ تلاش کر کے خرچ کر دیجیے گا۔ یہاں تو طریقہ سیکھ لیجیے۔ اس کام کو بڑھانے کے
لیے رواجی طریقے "اخبار' اشتہار' پریس وغیرہ اور رواجی الفاظ سے بھی پورے طور پر
پرہیز کی ضرورت ہے۔ یہ کام سارا غیر رواجی ہے۔ رواجی طریقے سے رواج کو تقویت
پہنچے گی' اس کام کو نہیں۔ اصل کام کی شکل دعوت' گشت' تعلیم' تشکیل وغیرہ ہیں۔
مشورے کی ضرورت ہو تو مناسب دوستوں کو الگ کر کے مشورہ کر لیا جائے۔ ایسا نہ ہو
کہ مشورے کرنے والوں کا کسی موقع پر عمومی عمل سے جوڑ نہ رہے۔ حضورؐ والے اعمال
کے بغیر کبھی بھی دنیا وآخرت میں کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی چاہے کائناتی اسباب کتنے
ہی ہاتھ لگ جائیں بلکہ کائناتی اسباب حکومت' تجارت' زراعت وغیرہ میں جب تک
حضورؐ والے اعمال کی روح نہ آ جائے۔ یہ اسباب مردود ہیں اور جو انسان خالق

کائنات اور اصول کائنات حضورؐ کو جانے اور مانے بغیر کائنات کی چیزوں میں گھستا ہے۔ اس کی حیثیت چور اور ڈاکو کی ہے۔ انہیں مال و دولت تو مل سکتا ہے مگر سکون محبوبیت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔ خود کائنات کی بقا صرف اسی وقت تک ہے جب تک اس کائنات میں حضورؐ کے اعمال موجود ہیں۔ جب ان کے اعمال میں سے کوئی بھی عمل نہ رہے گا اس وقت اس کائنات مردود کو دفن کر دیا جائے گا اور اسی لیے نماز صرف اعمال نبوت کا مجموعہ ہے اور اسے تمام کائناتی اعمال کو چھوڑ کر بلکہ ان سے دور ہو کر مسجد میں ادا کرنے کا حکم ہے اور نماز میں کائناتی اعمال تجارت وغیرہ کو صرف چھوڑنے کا ہی حکم نہیں بلکہ نماز میں ان کا خیال کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے اور پوری کائنات سے یکسوئی والے اعمال کی طرف ''حی علی الفلاح'' سے پکارا۔ یہ عمل گویا اس یقین کی مسلسل مشق کراتا ہے کہ کامیابی کا دارومدار صرف اعمال نبوت پر ہے اور اعمال نبویؐ کے ساتھ اس درجہ یقین رکھنے والے کو جو شغف اور اہتمام علوم نبویؐ کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ مخفی نہیں۔

☆ ☆ ☆